ہفتہ روزہ
حیدرآباد
R.N.I.No.APURD/2013/54302

فلک نما نیوز

FALAKNUMA NEWS
Urdu Weekly Hyderabad
Editor In Chief: MOHD ATHER RAHEEM

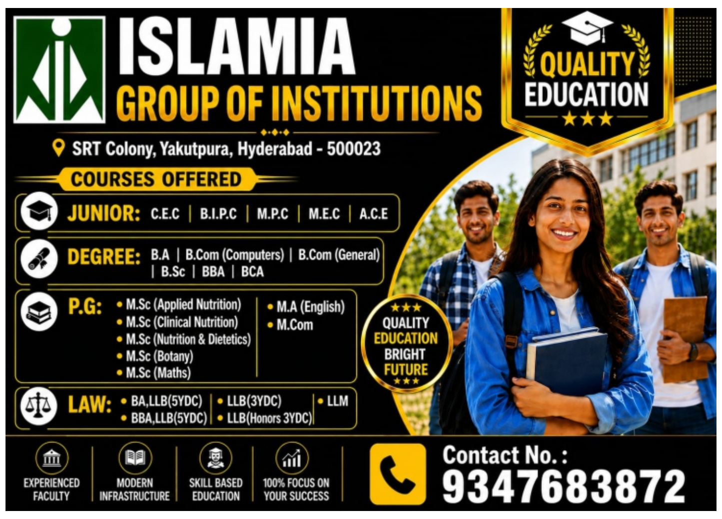

FRIDAY 21 AUGUST 2026 VOLUME:14 ISSUE :31 Rs.2.00 PAGES 4

جمعہ ۲۱/اگست ۲۰۲۶ء ۷/ربیع الاول ۱۴۴۸ھ جلد (۱۴) شمارہ(۳۱) قیمت ایک روپیہ

سیکولر برادران وطن کو ساتھ لے کر چلنا اور ہندو مسلم اتحاد کو مزید مستحکم کرنا وقت کا تقاضہ

جدوجہد آزادی ہند میں مسلمانوں کا رول ناقابل فراموش۔ جناب محمد محمود علی، پروفیسر ایس اے شکور جناب عارف قریشی اور دوسروں کا خطاب

حیدرآباد۔(راست) جناب محمد محمود علی سابق ڈپٹی چیف منسٹر تلنگانہ نے کہا کہ جدوجہد ا?زادی ہند میں مسلمانوں نے ناقابل فراموش قربانیاں دی ہیں لیکن افسوس کہ ان قربانیوں کو نظرانداز کیا جارہا ہے۔ملک میں فرقہ پرستی کی جڑیں مضبوط ہورہی ہیں ہمارا ملک سیکولر ہے اور ایک گلدستے کی مانند ہے جسے تباہ کرنے کی کوششوں کو ہندو مسلم اتحاد کے ذریعے سے ہی ناکام کیا جا سکتا ہے۔انہوں نے مسلمانوں کو پاکستان چلے جانے کے نعرہ پر کہا کہ پاکستان' مسلمانوں نے نہیں انگریزوں نے بنایا۔ ہندوستان کے مسلمانوں نے کبھی پاکستان کی تائید نہیں کی جن کو جانا تھا وہ چلے گئے مولانا محمد علی جوہر ٹیپو سلطان بہادر شاہ ظفر اور ہزاروں نہیں ہزاروں علماء ؒ کی شہادتیں کام آگئیں۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے انڈین کلچرل سوسائٹی جدہ اور بزم عثمانیہ جدہ کے زیر اہتمام جشن ازادی ہند پر خطاب کرتے ہوئے کیا۔صدارت جناب عارقریشی بانی صدر کلچرل سوسائٹی جدہ نے صدارت کی۔ پروفیسر ایس اے شکور سیکرٹری ڈائریکٹر دائر? المعارف نے کہا کہ جناب عارف قریشی کو اپنے شہر وہ ملک سے محبت وعقیدت ہے اور وہ جشن ا?زادی ہند کی تقاریب بڑی پابندی سے مناتے ہیں۔انہوں نے کہا کہ ہندوستان کی ا ?زادی کی تاریخ مسلم قربانیوں سے بھری پڑی ہے اگر کوئی اسے بھولنا یا بھلا دینا چاہتا ہے تو یہ ناممکن ہے۔ جناب عارف قریشی نے کہا کہ وہ دیگر لوگوں کی طرح اپنے ملک سے بے پناہ محبت و عقیدت رکھتے ہیں انہوں نے کہا کہ اب وقت آگیا ہے کہ ہم مجاہدین ا?زادی کی قربانیوں سے نئی نسل کو واقف کروائیں۔ ا?ج مجاہدین ا?زادی کی خدمت کو اور ان کے ناموں کو نصاب سے نکالا جارہا ہے جو بدبختی کی بات ہے۔جناب ضیاء ؒ الدین نیر نے کہا کہ ہندو مسلم اتحاد کو مزید مستحکم کرنا وقت کا تقاضہ ہے انہوں نے شرکائے تقریب کو مشورہ دیا کہ وہ ا?نے والی نسلوں کو جدوجہد ا?زادی ہند کی تفصیلات اور مسلمانوں کے رول سے واقف کروائیں۔ ٹی آر ایس قائد جناب رحیم اللہ خان نیازی نے کہا کہ گاندھی جی کو مہاتما کا لقب مسلمانوں ہی نے دیا۔جناب منہاج احمد خان چیئرمین این ا?رائیز کلب انٹرنیشنل نے جناب عارف قریشی کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرکے کہا کہ ملک ا?زاد ہو کر 80 سال ہو گئے ہیں ہمیں چاہیے کہ ا?زادی میں حصہ لینے والے شہیدوں کی قربانیوں سے نئی نسل کو واقف کروائیں۔ کانگریس قائد جناب ایس کے افضل الدین نے کہا کہ ا?زادی کی تحریک میں مسلمانوں نے جو قربانیاں دی ہیں اسے نظرانداز کردیا جارہا ہے لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا تاریخی حقائق اپنی جگہ مسلمہ حیثیت رکھتے ہیں۔ جناب محمد محمود علی جناب عارف قریشی اور جناب ایس اے شکور نے جشن ا?زادی ہند کی مسرت میں کیک کاٹا۔ اراکین بزم عثمانیہ جدہ وانڈین کلچرل سوسائٹی جدہ سعودی عرب کے ذمہ داران جناب عارف صدیقی 'جناب لئیق صدیقی' جناب سید رافع' جناب محمد عبدالواجد' جناب جمال الدین' جناب فہیم احمد خان' ' جناب محمد ابراہیم' جناب فاروق خان' جناب رضی صابری کے علاوہ جناب محمد احمد' انجینئر سید عبدالقدیر خالد' ڈاکٹر فاضل حسین پرویز ایڈیٹر گواہ' جناب کے این واصف' جناب میر محسن علی وقار' جناب محمد مظفر احمد' جناب شاہنواز' حکیم سلیم فاروقی' ڈاکٹر ناظم علی' جناب عبدالستار مجاہد' جناب مقصود احمد شریف' جناب انور محی الدین اور دیگر شریک تھے۔

آئندہ دو یوم ہلکی اور تیز بارش کی پیش قیاسی

حیدرآباد۔ دونوں شہروں حیدرآباد وسکندرا?باد میں ا?ئندہ 48 گھنٹوں کے دوران ہلکی اور تیز بارش کی پیش قیاسی کرتے ہوئے محکمہ موسمیات نے شہر حیدرا?باد کے لئے 'زرد الرٹ' جاری کیا ہے اور کہا جارہا ہے کہ دونوں شہروں میں بارش کا سلسلہ ا?ئندہ 48 گھنٹوں تک جاری رہنے کا امکان ہے۔شہر حیدرا?باد کے کئی علاقوں میں ا?ج موسلا دھار بارش ریکارڈ کی گئی جبکہ کئی علاقوں میں ہلکی بونداباندی ریکارڈ کی گئی۔ جھارکھنڈ' اوڈیشہ اور خلیج بنگال کے موسم میں ریکارڈ کی جانے والی موسمی تبدیلی کے اثرات تلنگانہ کے اضلاع پر مرتب ہورہے ہیں اور ا?ئندہ چند یوم کے دوران مطلع ابرا?لود رہنے کا بھی امکان ظاہر کیا جارہا ہے۔مجلس بلدیہ عظیم تر حیدرا?باد کے حدود میں دوپہر کے بعد ریکارڈ کی جانے والی بارش کے متعلق جاری کئے گئے اعداد وشمار میں کہا گیا ہے کہ مشیرا?باد' میٹر چل' شیرلنگم پلی اور دیگر علاقوں میں موسلا دھار بارش ریکارڈ کی گئی۔ جبکہ دونوں شہروں کے کئی علاقوں میں وقفہ وقفہ سے ہونے والی بارش کے نتیجہ میں موسم سرد ہوگیا۔ بتایا جاتا ہے کہ دونوں شہروں حیدرا?باد وسکندرا?باد کے علاوہ ریاست کے دیگر اضلاع میں بھی بارشوں کا سلسلہ شروع ہوچکا ہے جو کہ ا?ئندہ 3 یوم تک جاری رہنے کا امکان ہے۔محکمہ موسمیات کی جانب سے جاری کی جانے والی پیش قیاسی میں کہا گیا ہے کہ خلیج بنگال میں ہوا کے دباو? میں ریکارڈ کی جانے والی کمی کے اثرات محض سرحدی ریاستوں یا اضلاع تک محدود نہیں ہیں بلکہ شمالی ہند کی ریاستوں کے مختلف شہروں میں بھی موسلا دھار بارشوں کا سلسلہ شروع ہونے کا امکان ظاہر کیا گیا ہے۔جنوبی ہند کی ریاستوں تلنگانہ' ا?ندھراپردیش کے علاوہ کرناٹک کے بھی بعض شہروں میں مطلع ابر ا?لود ریکارڈ کیا جانے لگا ہے اور کہا جارہا ہے کہ منگل اور چہارشنبہ کی درمیانی شب دونوں شہروں کے کئی علاقوں میں انتہائی موسلا دھار بارش ریکارڈ کئے جانے کا امکان ہے۔محکمہ موسمیات کی جانب سے جاری کی جانے والی پیش قیاسی کے بعد ضلع انتظامیہ کے علاوہ مجلس بلدیہ عظیم تر حیدرا?باد نے نشیبی علاقوں کے مکینوں پر خصوصی نظر رکھنے کے علاوہ موسلا دھار بارش کی صورت میں پانی کے نکاسی کے انتظامات کو بہتر بنانے کے اقدامات شروع کردیئے ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ محکمہ ا?برسانی نے دونوں ذخائر ا?ب حمایت ساگر اور عثمان ساگر کے علاوہ ریاست کے دیگر ذخائر ا?ب میں جمع ہونے والے پانی کی سطح پر بھی خصوصی نظر رکھنی شروع کردی ہے تاکہ ہنگامی صورتحال سے فوری طور پر نمٹنے کے اقدامات کئے جاسکیں۔

صحافت: جمہوریت کی آواز اور محروم طبقات کا سہارا

ہندوستان کو دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت کہا جاتا ہے۔ جمہوریت کے تین اہم ستون — مقنّنہ، انتظامیہ اور عدلیہ — کے ساتھ میڈیا کو عام طور پر جمہوریت کا چوتھا ستون کہا جاتا ہے۔ اگرچہ آئینِ ہند میں لفظ ''چوتھا ستون'' باقاعدہ طور پر درج نہیں ہے، لیکن آئین کے آرٹیکل 19(1)(a) کے تحت آزادی? اظہارِ رائے میں آزاد صحافت کی بنیاد موجود ہے۔

ایک مضبوط جمہوریت کے لیے ضروری ہے کہ میڈیا صرف طاقتور لوگوں کی آواز نہ بنے، بلکہ ان لوگوں کی آواز بھی بنے جو سماج کے آخری کنارے پر کھڑے ہیں؛ جن کی بات سننے والا کوئی نہیں، جن کے مسائل بڑے پلیٹ فارم تک نہیں پہنچ پاتے اور جن کی صلاحیتیں مناسب مواقع نہ ملنے کی وجہ سے دب جاتی ہیں۔

اسی حوالے سے نیوز فلک نما کا کردار قابلِ تحسین ہے۔ نیوز فلک نما کے چیف ایڈیٹر اتر رحیم اور ان کے رفیقِ کار و ایڈیٹر سید اسگر حسین جس جذبے کے ساتھ صحافت کو سماجی خدمت کا ذریعہ بنا رہے ہیں، وہ قابلِ احترام ہے۔

انہوں نے ملک کے مختلف حصوں سے تعلق رکھنے والے باصلاحیت صحافیوں اور قلم کاروں کو تلاش کر کے ان کے مضامین اور خیالات کو اپنے اخبار میں جگہ دینے کی جو روایت قائم کی ہے، وہ صرف صحافت کی خدمت نہیں بلکہ نئی نسل کے قلم کاروں کی حوصلہ افزائی بھی ہے۔

آج کے دور میں کسی نئے صحافی یا مصنف کے لیے اپنے خیالات کو ایک معتبر پلیٹ فارم تک پہنچانا آسان نہیں۔ ایسے میں جب کوئی ایڈیٹر ایک نئے قلم کار کو موقع دیتا ہے تو وہ صرف ایک مضمون شائع نہیں کرتا، بلکہ ایک نئی آواز کو جنم دیتا ہے۔

صحافت کی اصل طاقت بھی یہی ہے۔

جو قلم مظلوم کی آواز بنے، وہی قلم معاشرے کو بدلنے کی طاقت رکھتا ہے۔

ہمیں ایسے میڈیا اداروں کی ضرورت ہے جو سماج کے غریب، مزدور، کسان، نوجوان، خواتین، محروم طبقات اور ان تمام لوگوں کے مسائل کو سامنے لائیں جو اپنی بات خود مؤثر انداز میں نہیں پہنچا سکتے۔

ایک صحافی کی ذمہ داری صرف خبر دینا نہیں بلکہ سچ کو تلاش کرنا، سوال اٹھانا اور معاشرے کے کمزور طبقے کے حق میں آواز بلند کرنا بھی ہے۔

میں، عرفان جامی والا، ایک صحافی اور قلم کار کی حیثیت سے، ملک کے تمام صحافیوں اور مصنفین کی جانب سے نیوز فلک نما کے چیف ایڈیٹر اتر رحیم، ایڈیٹر سید اسگر حسین اور ان کی پوری ٹیم کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

آپ نے بہت سے ایسے قلم کاروں کو موقع دیا جو شاید بڑے میڈیا اداروں تک آسانی سے نہ پہنچ پاتے۔ آپ نے ان کے خیالات کو جگہ دی، ان کی صلاحیت کو پہچانا اور انہیں اپنے قارئین تک پہنچنے کا راستہ دیا۔

یہی وہ صحافت ہے جو سماج کو جوڑتی ہے۔

یہی وہ صحافت ہے جو محروموں کو حوصلہ دیتی ہے۔

اور یہی وہ صحافت ہے جو جمہوریت کو مضبوط کرتی ہے۔

میری دعا اور نیک خواہش ہے کہ نیوز فلک نما آئندہ بھی ملک کے ہر کونے سے آنے والی باصلاحیت آوازوں کو جگہ دیتا رہے، نوجوان صحافیوں اور قلم کاروں کی حوصلہ افزائی کرتا رہے اور سماج کے دبے، کچلے اور پیچھے رہ جانے والے لوگوں کے مسائل کو پوری ذمہ داری کے ساتھ سامنے لاتا رہے۔

اخبار کے صفحات محدود ہوسکتے ہیں، لیکن ایک سچی اور بے خوف قلم کی آواز کی کوئی حد نہیں ہوتی۔

مصنف: عرفان جامی والا
صحافی | مصنف | سماجی مفکر

تلنگانہ بی جے پی سے راجہ سنگھ کی تازہ اپیل۔

حیدرآباد: بھارتیہ جنتا پارٹی (بی جے پی) کے سابق ایم ایل اے ٹی راجہ سنگھ نے اشارہ دیا ہے کہ وہ پارٹی میں واپسی میں دلچسپی رکھتے ہیں جبکہ تلنگانہ بی جے پی قیادت سے اندرونی اختلافات اور دھڑے بندی کی سیاست کو ایک طرف رکھ کر ریاست میں پارٹی کو مضبوط کرنے کے لیے کام کرنے کی تازہ اپیل کرتے ہیں

ایک بیٹی کا درد مذہب دیکھ کر کیوں تولا جائے؟

انصاف، مساوات اور مسلم دلت بیٹیوں کے آئینی حقوق پر ایک اہم سوال

بھارت کا آئین ہر شہری کو مساوات، وقار اور انصاف کا حق دیتا ہے۔
لیکن جب کسی غریب، محروم اور سماجی طور پر پسماندہ خاندان کی بیٹی کے ساتھ عصمت دری جیسے سنگین جرم کا ارتکاب ہوتا ہے، تو کیا اس کے درد اور اس کے خاندان کو ملنے والی مدد کا فیصلہ اس کے مذہب اور ذات کو دیکھ کر کیا جانا چاہیے؟
یہ ایک ایسا سوال ہے جس پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔
بھارت کے معروف سماجی کارکن، رہنما، مصنف، ہدایت کار اور صحافی عرفان جامی والا اسی بنیادی سوال کو حکومت اور سماج کے سامنے اٹھا رہے ہیں۔
یہ سوال کسی مذہب کے خلاف نہیں ہے۔
یہ سوال انصاف، مساوات، انسانی وقار اور آئینی حقوق کے حق میں ہے۔
بھارت میں درج فہرست ذاتوں سے تعلق رکھنے والے متاثرین کے لیے مختلف قوانین کے تحت خصوصی قانونی تحفظ، امداد اور بازآبادکاری کی دفعات موجود ہیں۔ لیکن یہاں ایک بنیادی آئینی سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ موجودہ قانونی نظام میں درج فہرست ذات کی شناخت کے حوالے سے مذہب کی شرط کیوں موجود ہے؟
آئینِ ہند کے تحت جاری آئینی حکم نامہ برائے درج فہرست ذات، 1950 کے پیراگراف 3 کے مطابق موجودہ قانونی نظام میں درج فہرست ذات کا درجہ ہندو، سکھ اور بدھ مذاہب سے تعلق رکھنے والے افراد تک محدود ہے۔
یہی وہ مقام ہے جہاں مسلم دلتوں کے حقوق کا بنیادی سوال سامنے آتا ہے۔
کیا مذہب بدلنے سے ذات کا درد ختم ہوجاتا ہے؟
بھارتی سماج میں ذات پات اور سماجی تفریق کی تاریخ بہت پیچیدہ اور پرانی ہے۔ مذہب تبدیل ہوجانے سے کسی خاندان کی تاریخی سماجی، معاشی یا ذات پر مبنی محرومی لازماً ختم نہیں ہوجاتی۔
اگر کسی خاندان نے نسلوں سے سماجی امتیاز، غربت اور محرومی برداشت کی ہو تو صرف مذہبی شناخت بدلنے سے اس کی پوری سماجی حقیقت کیسے بدل سکتی ہے؟
یہی وجہ ہے کہ مسلم دلتوں کے حقوق کا مسئلہ محض مذہب کا مسئلہ نہیں، بلکہ سماجی انصاف کا سوال بھی ہے۔
تو پھر حکومت سے سوال بنتا ہے:
کیا ریاست کو صرف متاثرہ شخص کی مذہبی شناخت دیکھنی چاہیے، یا اس کی حقیقی سماجی اور معاشی حالت کو بھی سامنے رکھنا چاہیے؟
عصمت دری کی تکلیف کسی مذہب کی نہیں ہوتی
کسی بیٹی کے ساتھ جنسی تشدد ہو تو اس کا درد مذہب نہیں دیکھتا۔
ایک ہندو بیٹی کے آنسو اور ایک مسلمان بیٹی کے آنسو میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔
زخم کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔
درد کی کوئی ذات نہیں ہوتی۔
ماں باپ کی بے بسی کی کوئی مذہبی شناخت نہیں ہوتی۔
ایک خاندان اپنی بیٹی کے ساتھ ہونے والے ظلم کے بعد جس اذیت سے گزرتا ہے، وہ انسانی اذیت ہے۔
پھر سوال یہ ہے کہ انصاف، تحفظ، قانونی مدد اور بازآبادکاری کے نظام میں کسی متاثرہ بیٹی کو صرف اپنی مذہبی شناخت کی وجہ سے محرومی کا احساس کیوں ہونا چاہیے؟
عرفان جامی والا کا حکومت سے بڑا سوال
معروف سماجی کارکن اور صحافی عرفان جامی والا حکومت سے سوال کرتے ہیں:
اگر جرم کی تکلیف برابر ہے تو متاثرہ خاندان کے انصاف اور بازآبادکاری کے حقوق میں عدم مساوات کیوں؟
اگر آئین ہر شہری کی مساوات کی بات کرتا ہے تو سماجی انصاف کی پالیسیوں میں موجود مذہبی تفریق پر دوبارہ غور کیوں نہیں ہونا چاہیے؟
کیا کسی مظلوم بیٹی کے انسانی وقار کو اس کے مذہب کی بنیاد پر کمتر سمجھا جاسکتا ہے؟
یہ سوال کسی مذہب کے خلاف نہیں ہے۔
یہ سوال کسی حکومت یا سیاسی جماعت کو نشانہ بنانے کے لیے نہیں ہے۔
یہ سوال صرف اس بات پر غور کرنے کی دعوت ہے کہ کیا ہمارے انصاف کے نظام میں ہر مظلوم شہری کو برابر کا تحفظ حاصل ہے؟
یہ ہندو بمقابلہ مسلمان کا مسئلہ نہیں
اس مسئلے کو ہندو بمقابلہ مسلمان بنا دینا اصل سوال سے فرار ہوگا۔
اصل سوال بہت سادہ ہے:
کیا بھارت میں انصاف کا حق مذہبی شناخت سے طے ہونا چاہیے یا انسانی وقار سے؟
ایک جمہوری اور آئینی ملک میں ہماری ترجیح ہونی چاہیے:
انسان پہلے، مذہب بعد میں۔
شہری پہلے، شناخت بعد میں۔
انصاف پہلے، سیاست بعد میں۔
آئین کے آرٹیکل 341 میں درج فہرست ذاتوں کی فہرست کے تعین اور اس میں تبدیلی کے لیے آئینی طریقہ موجود ہے۔ اسی لیے مسلم دلتوں کے درج فہرست ذات کے حقوق کا سوال بھی ایک سنجیدہ آئینی، سماجی اور پارلیمانی بحث کا موضوع ہونا چاہیے۔
حکومت کو کیا کرنا چاہیے؟
حکومت کو اس مسئلے پر سیاسی الزام تراشی سے آگے بڑھ کر ایک آزاد، شفاف اور حقائق پر مبنی مطالعہ کرانا چاہیے۔
اس مطالعے میں ذات، سماجی پسماندگی، معاشی حالات، تاریخی محرومی، جرم کی نوعیت اور متاثرہ خاندان کی حقیقی ضروریات کو سامنے رکھا جانا چاہیے۔
ایسا نظام ہونا چاہیے جس میں کسی بھی متاثرہ بیٹی کو صرف اپنے مذہب کی وجہ سے قانونی، معاشی یا بازآبادکاری کی مدد سے محروم ہونے کا احساس نہ ہو۔
کیونکہ جرم کے بعد ایک خاندان کو صرف ایف آئی آر نہیں چاہیے۔
اسے علاج چاہیے۔
اسے قانونی مدد چاہیے۔
اسے تحفظ چاہیے۔
اسے مالی تعاون چاہیے۔
اسے ذہنی اور سماجی سہارا چاہیے۔
اسے بازآبادکاری چاہیے۔
اور سب سے بڑھ کر اسے یہ یقین چاہیے کہ ریاست اس کی بیٹی کو کسی دوسری بیٹی سے کم نہیں سمجھتی۔
ہر بیٹی کے آنسو کی قیمت برابر ہونی چاہیے
بھارت نے اپنے آئین میں انصاف، آزادی، مساوات اور اخوت کا عہد کیا ہے۔
اس لیے سوال صرف یہ نہیں ہونا چاہیے کہ قانون کی کتاب میں کیا لکھا ہے۔
سوال یہ بھی ہونا چاہیے کہ کیا قانون کی روح ہر مظلوم تک یکساں طور پر پہنچ رہی ہے؟
اگر کسی بیٹی کے ساتھ ظلم ہوا ہے تو سب سے پہلے اسے ایک انسان اور ایک بیٹی کے طور پر دیکھا جانا چاہیے۔
اس کے مذہب، ذات اور سماجی شناخت کو اس کے انسانی درد سے بڑا نہیں ہونا چاہیے۔
عرفان جامی والا کا حکومت اور سماج سے یہی سوال ہے:
''جس بیٹی کے ساتھ جرم ہوا ہے، پہلے اسے بیٹی سمجھئے۔ اس کی ذات اور مذہب بعد میں دیکھیے۔ کیونکہ انصاف کی پہلی شرط انسان کی عزت اور وقار ہے۔''
یہ لڑائی کسی مذہب کے خلاف نہیں۔
یہ لڑائی کسی طبقے کے خلاف نہیں۔
یہ لڑائی کسی سیاسی جماعت کے خلاف نہیں۔
یہ آواز صرف اس اصول کے لیے ہے کہ —
ہر بیٹی کا احترام برابر ہو۔
ہر مظلوم کو تحفظ برابر ملے۔
ہر شہری کو انصاف برابر ملے۔
کیونکہ ایک مہذب، جمہوری اور آئینی معاشرے میں انصاف کی بنیاد مذہب نہیں، انسان ہونا چاہیے۔
اور شاید یہی وہ مقام ہے جہاں ہمیں اپنے آئین کے الفاظ سے آگے بڑھ کر اس کی روح کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

مصنف: عرفان جامی والا
صحافی | مصنف | سماجی کارکن | ہدایت کار

عفان انصاری کا انٹرویو

پہلی قسط

مدن پورہ سے یورپ تک: عفان انصاری کی کہانی متوسط طبقے کے طلبہ کے لیے بیرونِ ملک تعلیم کو ممکن بنانے کا سفر

بیرونِ ملک تعلیم: متوسط طبقے کے خاندانوں کے طلبہ کے لیے یہ کیسے ممکن ہے؟

سوال 1: اپنا تعارف دیجیے۔ آپ کی تعلیم اور تعلیمی پس منظر کیا رہا ہے؟

جواب: میرا نام عفان انصاری ہے۔ میرا تعلق ممبئی کے مدن پورہ علاقے سے ہے اور میں ایک متوسط طبقے کے خاندان سے تعلق رکھتا ہوں۔ میں نے اپنی اسکول کی تعلیم انزا بائی اسکول سے مکمل کی، جس کے بعد مہاراشٹر کالج آف آرٹس، سائنس اینڈ کامرس سے جونیئر کالج مکمل کیا۔

جونیئر کالج کے بعد میں نے ایک مختلف فیصلہ لیا۔ میں ترکی گیا اور استنبول صباح الدین زائم یونیورسٹی سے Political Science and International Relations میں بیچلر کی ڈگری حاصل کی۔ اسی دوران مجھے یورپ کے ایک Exchange Programme کے ذریعے پولینڈ کی University of Wrocław میں بھی ایک سمسٹر تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملا۔

میرا یہ سفر صرف ایک ڈگری حاصل کرنے کا سفر نہیں تھا۔ میرے لیے یہ اپنے شہر اور اپنے Comfort Zone سے باہر نکل کر دنیا کو سمجھنے، مختلف ثقافتوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں سے ملنے اور دنیا کو قریب سے دیکھنے کا بھی ایک ذریعہ تھا۔

آج ماسٹرز کی تعلیم کیلئے میرے پاس برطانیہ کی دو اعلیٰ درجہ بندی رکھنے والی یونیورسٹیوں، پولینڈ کی ایک معروف یونیورسٹی اور جرمنی کی پبلک یونیورسٹیوں سے آفرز موجود ہیں، جہاں عام طور پر ٹیوشن فیس نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ ترکی کی دو یونیورسٹیوں سے بھی آفرز ملی ہیں، جہاں فیس نسبتاً کم ہے۔

سوال 2: عام طور پر سائنس لینے والے طلبہ انجینئرنگ یا میڈیکل کی طرف جاتے ہیں۔ آپ نے Political Science and International Relations کیوں منتخب کیا؟

جواب: میرے لیے سائنس سے سوشل سائنس کا سفر دراصل سماجی دباؤ اور ذاتی دلچسپی کے درمیان ایک کشمکش تھی۔

ہندوستان میں، خاص طور پر متوسط طبقے کے خاندانوں میں، اگر کوئی طالب علم سائنس میں اچھا مظاہرہ کرے تو اسے فطری طور پر انجینئرنگ یا میڈیکل کی طرف جانے کے لیے کہا جاتا ہے۔ میں نے بھی خاندان اور معاشرے کے دباؤ میں سائنس کا انتخاب کیا لیکن کووڈ لاک ڈاؤن کے دو سال میرے لیے ایک اہم موڑ ثابت ہوئے۔ گھر پر رہنے کے دوران مجھے اپنے مستقبل کے بارے میں سنجیدگی سے سوچنے کا وقت ملا۔ اسی دوران مجھے احساس ہوا کہ میری اصل دلچسپی Political Science، International Relations، Geopolitics اور دنیا کے مختلف معاشروں کو سمجھنے میں ہے۔

بچپن سے ہی میرے اندر یہ تجسس رہا ہے کہ دنیا کے مختلف ممالک میں لوگ کس طرح زندگی گزارتے ہیں، حکومتیں کس طرح کام کرتی ہیں، تنازعات کیوں پیدا ہوتے ہیں اور ان کا حل کس طرح نکالا جا سکتا ہے۔ میں اقوامِ متحدہ، یورپی یونین، عالمی بینک اور بین الاقوامی تنظیموں کے کردار کو سمجھنا چاہتا تھا۔ الطاف حسین حالی کا ایک شعر مجھے ہمیشہ متاثر کرتا رہا ہے:

"یہ پہلا سبق ہے کتابِ خدا کا،
کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا۔"

میرے لیے اس شعر کا مطلب صرف دنیا کو دیکھنا نہیں بلکہ دنیا کے لوگوں کو سمجھنا بھی ہے۔ میں مختلف ثقافتوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں سے ملنا، ان کے مسائل کو سمجھنا اور بین الاقوامی معاملات کو صرف کتابوں کے ذریعے نہیں بلکہ زمینی سطح پر بھی دیکھنا چاہتا ہوں۔

اسی لیے میں نے اس شعبے کا انتخاب کیا جس میں میری حقیقی دلچسپی تھی، نہ کہ اس شعبے کا جس کی مجھ سے صرف معاشرہ توقع کر رہا تھا۔

سوال 3: طلبہ عام طور پر UK، USA، Canada یا Australia کو ہدف بناتے ہیں۔ آپ نے ترکی کو کیوں منتخب کیا؟

جواب: ترکی کا انتخاب میرے لیے بنیادی طور پر Affordability اور Opportunity کا امتزاج تھا۔ میرے والدین چاہتے تھے کہ میں نویں جماعت کے بعد ترکی میں تعلیم حاصل کروں، کیونکہ وہاں بین الاقوامی طلبہ کے لیے اسکالرشپ کے اچھے مواقع موجود ہیں۔ اس وقت میں اس کے لیے تیار نہیں تھا، اس لیے میں نے ہندوستان میں اپنی جونیئر کالج کی تعلیم مکمل کی۔

بعد میں ہمیں ترک حکومت کی Türkiye Scholarships کے بارے میں معلوم ہوا۔ اس اسکالرشپ کے ذریعے ٹیوشن فیس، رہائش، وظیفہ اور بعض سفری سہولیات سمیت مختلف نوعیت کی مالی معاونت حاصل ہو سکتی ہے۔ مقابلہ بہت سخت تھا اور مجھے سرکاری اسکالرشپ نہیں مل سکی لیکن میں نے ہمت نہیں ہاری۔

میں نے ترکی کی مختلف یونیورسٹیوں میں آزادانہ طور پر درخواستیں دیں اور مجھے Istanbul Sabahattin Zaim University میں 50 فیصد اسکالرشپ ملی۔ میرے لیے یہ مالی اعتبار سے ایک قابل انتظام اور مناسب آپشن تھا۔

یونیورسٹی کا Erasmus Programme بھی ایک اہم وجہ تھی۔ اس کے ذریعے مجھے یورپ میں ایکسچینج سمسٹر کا موقع ملا اور میں نے پولینڈ میں بھی تعلیم حاصل کی۔

میرا طلبہ کے لیے پیغام ہے کہ صرف کسی ملک کا نام دیکھ کر فیصلہ نہ کریں۔ یونیورسٹی، ٹیوشن فیس، رہائش کے اخراجات، اسکالرشپ، ویزا قوانین، کورس کا معیار، تعلیم کے بعد کے مواقع اور اپنے کیریئر کے مقصد کو ایک ساتھ مدِنظر رکھتے ہوئے فیصلہ کرنا چاہیے۔

سوال 4: بہت سے والدین کہتے ہیں کہ "Study Abroad بہت مہنگا ہے" اور یہ صرف بہت ذہین یا امیر طلبہ کے لیے ہے۔ آپ اس تاثر کو کس طرح دیکھتے ہیں؟

جواب: میں یہ کہوں گا کہ بیرونِ ملک تعلیم حاصل کرنا یقیناً آسان نہیں ہے، لیکن یہ صرف امیر طلبہ کے لیے بھی نہیں ہے۔

میرے تجربے میں سب سے بڑا مسئلہ ہمیشہ پیسہ نہیں ہوتا، بلکہ معلومات اور منصوبہ بندی کی کمی بھی ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔

ہماری کمیونٹی میں والدین اور اساتذہ طلبہ کے لیے سب سے اہم رہنما ہوتے ہیں۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر والدین یا استاد کے پاس بیرونِ ملک تعلیم کے تمام آپشنز کے بارے میں تفصیلی معلومات موجود ہوں۔ اسی وجہ سے طلبہ یہ سمجھتے ہیں کہ بیرونِ ملک تعلیم کا مطلب صرف UK، USA، Canada اور Australia ہے، جہاں فیس بہت زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن یورپ میں بھی نسبتاً کم خرچ تعلیم کے مواقع موجود ہیں۔ جرمنی کی کئی پبلک یونیورسٹیوں میں روایتی معنوں میں ٹیوشن فیس نہیں ہوتی، اگرچہ طلبہ کو Semester Contribution اور رہائش سمیت دیگر اخراجات برداشت کرنا پڑتے ہیں۔ اٹلی، فرانس، پولینڈ، چیک ریپبلک اور دیگر یورپی ممالک میں بھی مختلف اسکالرشپس اور نسبتاً کم خرچ تعلیم کے مواقع موجود ہیں۔

البتہ قوانین ہر یونیورسٹی اور پروگرام کے لحاظ سے کافی مختلف ہو سکتے ہیں۔ اس لیے یونیورسٹی اور حکومت کی سرکاری ویب سائٹس سے معلومات کی تصدیق کرنا بہت ضروری ہے۔

میری سب سے اہم نصیحت یہ ہے کہ گیارہویں یا بارہویں جماعت میں پہنچ کر بیرونِ ملک تعلیم کے بارے میں سوچنا شروع نہ کریں۔ اس کی منصوبہ بندی اسکول کے زمانے سے ہی شروع کی جا سکتی ہے۔ اگر طالب علم تین سے چار سال پہلے منصوبہ بندی شروع کر دے تو اس کے پاس زبان، انٹری ٹیسٹس، اسکالرشپس اور مالی معاملات کی تیاری کے لیے مناسب وقت ہوتا ہے۔

سوال 5: اگر کوئی متوسط طبقے کا خاندان اپنے بچے کو بیرونِ ملک بھیجنا چاہتا ہے تو اسے منصوبہ بندی کیسے کرنی چاہیے؟

جواب: میں اسے تین مراحل میں دیکھتا ہوں۔

پہلا مرحلہ:

اسکول کی سطح طالب علم کو اپنی انگریزی مضبوط کرنی چاہیے اور اگر ممکن ہو تو کوئی غیر ملکی زبان بھی سیکھنی چاہیے۔ اگر جرمنی، فرانس، اٹلی یا کسی اور ملک کو ہدف بنایا جا رہا ہو تو بنیادی زبان کا علم مستقبل میں بہت مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

دوسرا مرحلہ: جونیئر کالج

اگر طالب علم بیرونِ ملک گریجویشن کرنا چاہتا ہے تو اسے بارہویں جماعت میں اپنا تعلیمی ریکارڈ مضبوط رکھنا چاہیے اور بہتر ہے کہ کم از کم 70 فیصد یا اس سے زیادہ کا ہدف رکھے۔

اس کے ساتھ TOEFL، IELTS جیسے English Proficiency Tests اور پروگرام کے لحاظ سے SAT یا دیگر داخلہ تقاضوں کو بھی سمجھنا چاہیے۔

تیسرا مرحلہ: گریجویشن

اگر طالب علم ہندوستان یا کسی دوسرے ملک میں گریجویشن مکمل کرتا ہے اور ماسٹرز کے لیے بیرونِ ملک جانا چاہتا ہے تو پروگرام کے لحاظ سے TOEFL، IELTS، GRE، GMAT یا دیگر ضروریات کے لیے پہلے سے تیاری کرنی چاہیے۔

(باقی اگلے ہفتہ ملاحظہ فرمائیں)

شاہ رخ خان

شعبہ اردو دہلی یونیورسٹی، نئی دہلی

شہر کے پرانے حصے میں ایک تنگ سی گلی تھی۔ گلی کے دونوں طرف مکان اس قدر قریب تھے کہ دوپہر کی دھوپ بھی نیچے پہنچتے پہنچتے تھک جاتی تھی۔ اسی گلی کے آخری موڑ پر ایک پرانی سی دکان تھی جس کا نام تھا "بھارت کباڑ اسٹور"۔

دکان کے باہر لوہے کے ٹکڑے، پرانے پنکھے، اخباروں کے بنڈل، ٹوٹے ریڈیو اور بیکار سمجھے جانے والے سامان کا ڈھیر لگا رہتا تھا لیکن دکان کا نام دیکھ کر کوئی یہ اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ اس کے مالک کے دل میں وطن کے لیے کتنی جگہ تھی۔

دکان کے مالک کا نام رحمان تھا۔

پچپن کے قریب عمر، چوڑا ماتھا، آنکھوں پر موٹا چشمہ اور پچھلے کچھ برسوں سے چہرے پر لمبی سفید داڑھی۔ وہ کم پڑھے لکھے تھے، مگر زندگی نے انہیں جتنا پڑھایا تھا، اتنی کتابیں شاید

انہوں نے کبھی نہیں پڑھی تھیں۔

ان کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔

دو بیٹیوں کی شادی ہو چکی تھی۔ تیسری بیٹی ثنا میڈیکل کی تیاری کر رہی تھی۔ بڑا بیٹا فیضان انجینئرنگ کر چکا تھا۔ دوسرا بیٹا عارف دہلی یونیورسٹی میں پڑھ رہا تھا اور سب سے چھوٹا بیٹا عادل سول سروسز کے امتحان کی تیاری میں لگا ہوا تھا۔

رحمان اپنی اولاد کو دیکھ کر اکثر کہا کرتے: "میرے پاس دولت نہیں ہے، لیکن اللہ نے مجھے چھ کتابیں دی ہیں۔ اگر انہیں صحیح پڑھ لیا تو میری زندگی کامیاب ہو جائے گی۔"

بچے ہنستے: ابو! ہم کتابیں ہیں؟

وہ کہتے: "ہاں! ہر انسان ایک کتاب ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ کچھ لوگ کتاب پڑھنے سے پہلے اس کا کور دیکھ کر فیصلہ کر لیتے ہیں۔"

بچوں کو اس وقت ان کی بات سمجھ نہیں آتی تھی۔ بعد میں آئی... بہت دیر سے!

رحمان کی سب سے بڑی کمزوری ان کی حب الوطنی تھی۔ 15 اگست ہو یا 26 جنوری، ان کی دکان کے باہر ترنگا ضرور لگتا۔ محلے کے کچھ لوگ مذاق کرتے: "رحمان بھائی! آپ کباڑی ہیں یا حب الوطن؟"

رحمان ہنس کر کہتے: "دونوں! کباڑ بیچتا ہوں اور وطن سے محبت خریدتا ہوں۔"

کسی کو سمجھ آتا کسی کو نہیں۔

جب بچے چھوٹے تھے تو رات کو کھانا کھانے کے بعد وہ انہیں اپنے پاس بٹھا کر آزادی کی کہانیاں سنایا کرتے۔

"بیٹا! ملک صرف نقشے پر بنی لکیروں کا نام نہیں ہے۔"

"پھر کیا ہے ابو؟"

"ملک ان لوگوں کا نام ہے جو تمہارے آس پاس رہتے ہیں۔ تمہاری گلی، تمہارا پڑوسی، تمہارا اسکول، تمہاری مٹی... سب مل کر ملک بناتے ہیں۔"

ایک دن چھوٹی ثنا نے پوچھا: "ابو! اگر پڑوسی ہم سے الگ مذہب کا ہو تو؟"

رحمان نے ہنس کر کہا: "تو کیا ہوا؟ گھر کی دیوار الگ ہونے سے آسمان الگ ہو جاتا ہے کیا؟"

بچے چپ ہو گئے۔

رحمان نے کہا: "یاد رکھنا، مذہب انسان کو پہچان دے سکتا ہے، لیکن انسانیت ہی اسے انسان بناتی ہے۔"

رحمان پہلے ایسے نہیں تھے۔ وہ مذہبی باتوں میں زیادہ دلچسپی نہیں لیتے تھے۔ داڑھی بھی نہیں رکھتے تھے۔ کرتا پاجامہ ان کا روزمرہ کا لباس نہیں تھا۔ مگر کچھ سال پہلے ان کی زندگی میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے ان کے اندر بہت کچھ بدل دیا۔ ان کا کباڑ کا کاروبار ان کے ایک پرانے دوست واجد کے ساتھ پارٹنرشپ میں تھا۔ واجد اور رحمان کی دوستی کو دیکھ کر محلے والے کہا کرتے تھے: "ان دونوں کی دوستی تو ایک مثال ہے!"

دونوں ساتھ چائے پیتے، ساتھ کھانا کھاتے اور کاروبار کے سلسلے میں دور دور تک جاتے۔ مگر پیسہ آدمی کو کبھی کبھی اس کے اپنے چہرے سے بھی انجان کر دیتا ہے۔

ایک دن واجد کاروبار کے لاکھوں روپے لے کر غائب ہو گیا۔ رحمان کو یقین نہیں آیا۔ انہوں نے کئی دنوں تک اس کا انتظار کیا۔ پھر پولیس میں رپورٹ لکھوائی، مگر پیسہ واپس نہیں آیا۔ سب سے بڑا نقصان پیسے کا نہیں تھا... دھوکہ دوستی نے دیا تھا۔

اس رات رحمان دیر تک چھت پر بیٹھے رہے۔ انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا: "بیٹا! زندگی میں کسی پر آنکھ بند کر کے بھروسہ مت کرنا۔"

بیٹے نے پوچھا: "واجد چچا پر بھی نہیں؟"

رحمان بہت دیر تک خاموش رہے۔ پھر بولے: "بھروسہ کرنا برا نہیں ہے۔ مگر بھروسہ ٹوٹ جائے تو خود کو ٹوٹنے مت دینا۔"

اس واقعے کے بعد رحمان نے داڑھی رکھ لی۔ لوگوں نے سمجھا کہ وہ بہت مذہبی ہو گئے ہیں، لیکن سچ یہ تھا کہ وہ صرف اپنے اندر کے ٹوٹ پھوٹ کو کسی چہرے میں چھپانا چاہتے تھے۔ لوگوں نے ان کا چہرہ پڑھا... کسی نے ان کا دل نہیں پڑھا۔

ایک رات تقریباً دو بجے رحمان کے سینے میں اچانک شدید درد اٹھا۔ انہوں نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھا: "عارف..."

عارف دوڑ کر کمرے میں آیا: "کیا ہوا ابو؟"

"سینے میں... بہت درد ہے۔"

فیضان بھی جاگ گیا۔ عادل نے فوراً گاڑی نکالی۔ کچھ ہی منٹوں میں رحمان ہسپتال پہنچ گئے۔

(باقی اگلے ہفتہ ملاحظہ فرمائیں)

غزل

میں اپنے راز کو خود سے چھپا سکا نہ کبھی
کہ اپنے رب کو عمل سے منا سکا نہ کبھی

میرے نصیب میں ہر ذرہ آ گیا لیکن
ادائے شکر کو یہ دست اٹھا سکا نہ کبھی

یہ زندگی دی مجھے خالق جہاں نے مگر
در خدا پہ سر خود جھکا سکا نہ کبھی

فریبی دنیا کی لہوش میں کھو گیا ایسا
کہ یاد یار میں کچھ پل بتا سکا نہ کبھی

کرا میں عیب عیاں غیر کی، زبان خود
خود ہی کے دل کے مرض کو بتا سکا نہ کبھی

ہے لازمی کی شرم کر حیات خود پہ علی
کہ وعدے رب سے کیے کو نبھا سکا نہ کبھی

مصاحب علی

نفرت کے دور میں ضروری ثقافتی مداخلت...

کرشن چندر کے ڈرامے 'دروازے کھول دو' میں فرقہ واریت، نفرت اور طبقاتی تقسیم کے خلاف انسان دوستی، مکالمے اور بقائے باہمی کا پیغام دیا گیا ہے

شیلندر چوہان

اردو ادب میں کرشن چندر کا نام صرف ایک مقبول افسانہ نگار کے طور پر نہیں لیا جاتا بلکہ انہیں ایسے ادیب کے طور پر بھی یاد کیا جاتا ہے جس نے ادب کو انسان کی آزادی، سماجی انصاف اور انسانی بقائے باہمی کا ذریعہ بنایا۔ وہ ترقی پسند ادیبوں کی اس روایت کے نمائندہ تخلیق کار ہیں جنہوں نے ادب کو سماج کے اخلاقی شعور سے جوڑ کر دیکھا۔ ان کی تخلیقات میں ہمدردی، طنز، سماجی حقیقت نگاری اور انسانی امید کا غیر معمولی توازن دکھائی دیتا ہے۔ ان کا ڈرامہ 'دروازے کھول دو' اسی فکر کی ایک اہم مثال ہے۔ یہ ڈرامہ صرف اسٹیج کی تفریح نہیں بلکہ ہندوستانی سماج میں پھیلتی فرقہ واریت، باہمی بے اعتمادی، طبقاتی غیر مساوات اور ذہنی تنگ نظری کے خلاف ایک سنجیدہ ثقافتی مداخلت ہے۔

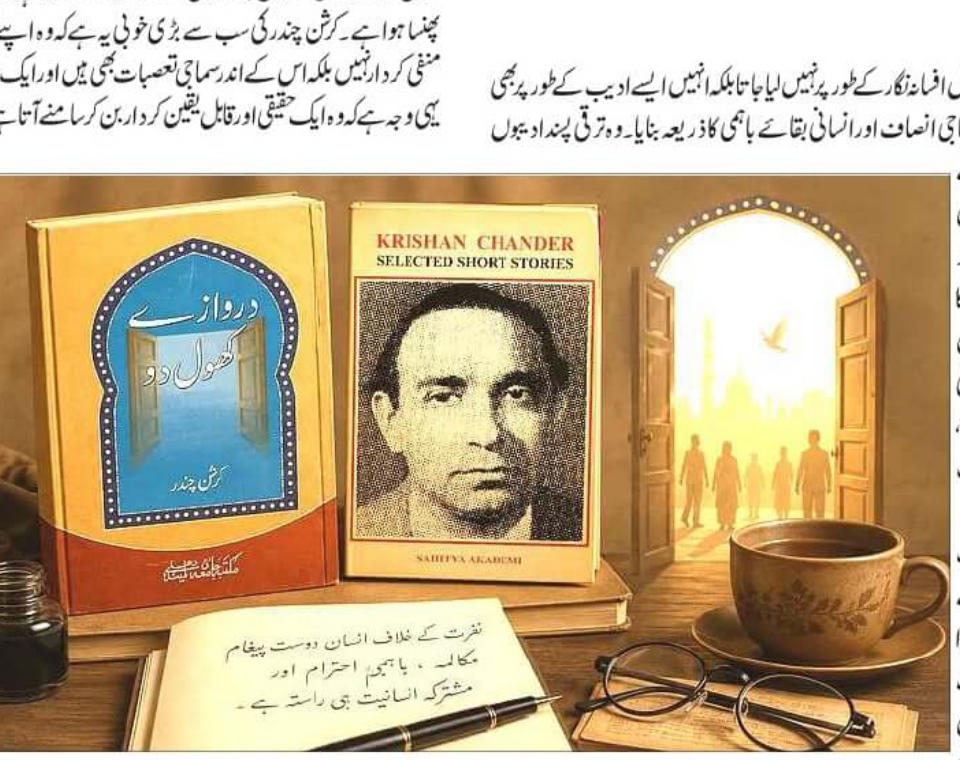

یہ ڈرامہ اس تاریخی دور کی پیداوار ہے جب ہندوستان تقسیم کے المیے سے گزر چکا تھا اور سماج کے اندر مذہب اور شناخت کی بنیاد پر گہری دراڑیں پیدا ہو چکی تھیں۔ کرشن چندر نے تقسیم کے کرب کو بہت قریب سے محسوس کیا تھا۔ ان کے افسانوں اور ناولوں میں بار بار ہجرت، خوف اور ٹوٹتے ہوئے انسانی رشتوں کی اذیت سامنے آتی ہے۔ 'دروازے کھول دو' انہی تجربات کا ڈرامائی اظہار ہے۔ یہ ڈرامہ بتاتا ہے کہ نفرت اچانک جنم نہیں لیتی بلکہ اسے باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت پیدا کیا جاتا ہے۔ سیاست، اقتدار اور مفاد پرست قوتیں انسانوں کو مختلف برادریوں میں تقسیم کر کے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرتی ہیں۔ ایسے حالات میں ادب کی ذمہ داری صرف تفریح فراہم کرنا نہیں بلکہ انسان کے شعور کو بیدار کرنا بھی ہے۔

ڈرامے کا عنوان ہی اپنے اندر گہری علامتی معنویت رکھتا ہے۔ یہاں 'دروازہ' صرف ایک گھر کا دروازہ نہیں بلکہ انسان کی ذہنیت، اس کی حساسیت، مکالمے اور بقائے باہمی کی علامت ہے۔ بند دروازہ خوف، تنہائی اور تنگ نظری کی علامت بن جاتا ہے، جبکہ کھلا دروازہ اعتماد، گفتگو اور مشترکہ انسانیت کی نمائندگی کرتا ہے۔ کرشن چندر اسی علامت کے ذریعے پورے سماجی ڈھانچے پر تنقید کرتے ہیں۔ گویا وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ تہذیب کا تحفظ اونچی دیواریں کھڑی کرنے سے نہیں بلکہ دروازے کھولنے سے ممکن ہے۔ ڈرامے کا ابتدائی منظر ہی اس کے فکری آہنگ کو واضح کر دیتا ہے۔ 'نامکمل بلڈنگ' کا زیرِ تعمیر ڈھانچہ صرف ایک عمارت نہیں بلکہ اس جدید ہندوستانی سماج کی علامت ہے جس کی بیرونی ساخت تو جدید دکھائی دیتی ہے، لیکن اندر اب بھی تنگ نظری اور سماجی تقسیم موجود ہے۔ دیواروں پر نئی سفیدی، بجلی کی کھلی تاریں، سیمنٹ اور رنگ کے ڈبے بی یہ سب مل کر ایک نامکمل سماج کی تصویر پیش کرتے ہیں۔ کرشن چندر اسٹیج کی منظر آرائی کے ذریعے ہی اشارہ دے دیتے ہیں کہ یہ جدیدیت ابھی ادھوری ہے۔

اس منظر میں پنڈت رام دیال کا کردار خاص اہمیت رکھتا ہے۔ گنیش جی کی تصویر کے نیچے بیٹھا یہ شخص صرف ایک مکان مالک نہیں بلکہ اس ہندوستانی متوسط طبقے کا نمائندہ ہے جو روایت، خوف، سماجی دباؤ اور اخلاقی کشمکش کے درمیان پھنسا ہوا ہے۔ کرشن چندر کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ اپنے کرداروں کو یک رخی نہیں بناتے۔ رام دیال محض ایک منفی کردار نہیں بلکہ اس کے اندر سماجی تعصبات بھی ہیں اور ایک انسان کی حیثیت سے حساسیت کی گنجائش بھی موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ایک حقیقی اور قابلِ یقین کردار بن کر سامنے آتا ہے۔

ڈرامے میں مرزا ارشاد حسین کا کردار بھی قابلِ ذکر ہے۔ وہ رام دیال کے ٹائپسٹ ہیں اور دونوں کا ساتھ بیٹھ کر پان کھانا ہندوستان کی مشترکہ تہذیب کی ایک فطری تصویر پیش کرتا ہے۔ یہ منظر نہایت معنی خیز ہے کیونکہ یہ بتاتا ہے کہ روزمرہ زندگی میں لوگ ایک دوسرے کے ساتھ خوش اسلوبی سے رہ سکتے ہیں، لیکن سماجی اور سیاسی ڈھانچے ان کے درمیان بے اعتمادی پیدا کر دیتے ہیں۔ کرشن چندر اس مختصر اسٹیج منظر کے ذریعے ہندوستانی سماج کی ایک گہری ستم ظریفی کو نمایاں کرتے ہیں۔

یہاں کرشن چندر کا مارکسی نقطۂ نظر صاف دکھائی دیتا ہے، لیکن وہ نظریے کو نعرے میں تبدیل نہیں کرتے۔ ان کی سب سے بڑی طاقت یہی ہے کہ ان کے ہاں خیالات انسانی تجربات سے جنم لیتے ہیں۔ وہ کسی مجرد انقلاب کی بات نہیں کرتے بلکہ ان کا ادب روزمرہ زندگی میں انسانیت کو محفوظ رکھنے کی فکر کرتا ہے۔ اسی لیے "دروازے کھول دو" فکری ہونے کے باوجود جذباتیت یا وعظ کا رنگ اختیار نہیں کرتا۔ ڈرامے کی زبان بھی اس کی سب سے بڑی خوبیوں میں سے ایک ہے۔ کرشن چندر پیچیدہ سماجی مسائل کو نہایت سادہ اور مکالماتی انداز میں پیش کرتے ہیں۔ ان کی زبان ادبی ہونے کے باوجود بوجھل محسوس نہیں ہوتی۔ اس میں عام آدمی کی بول چال کی حرارت اور اپنائیت موجود ہے۔ مکالمے فطری ہیں اور کرداروں کے سماجی پس منظر کے مطابق آگے بڑھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ڈرامے میں فکری مباحث ہونے کے باوجود کہیں بھی تصنع پیدا نہیں ہوتا۔

ریڈیو کے ذریعے اس ڈرامے کی کامیابی بھی اس کی لسانی قوت کا واضح ثبوت ہے۔ جب کوئی ڈرامہ ہندوستان کی چودہ زبانوں میں نشر ہوتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کی حساسیت مقامی حدود سے بلند ہو کر پورے ہندوستانی تجربے کا حصہ بن چکی ہے۔ کرشن چندر کی زبان مکالمے کی زبان ہے؛ وہ تقسیم نہیں بلکہ باہمی ربط پیدا کرتی ہے۔

حکومتی تنزلی

محمد یوسف رحیم بیدری............افسانچہ

پھر یوں ہوا کہ (بیرون کے اشارے پر) ہر طرف پرائیویٹ اسکول کھولنے کی حکومت نے اپنی عوام کو اجازت دے دی۔ مختلف طبقات نے اپنے اپنے طبقے کے آداب، اس کی تہذیب اور اس کی ثقافت کو بچانے کے لئے پورے منصوبے اور جوش وخروش کے ساتھ پرائیویٹ اسکول اپنے اپنے سماج میں لے آئے۔ تعلیم مہنگی تو پہلے سے تھی لیکن کچھ عرصہ میں ہی جب یہ پرائیویٹ اسکول دوکانوں اور "Educational Maal" میں بدل گئے تو تعلیم مہنگی سے کئی قدم آگے بڑھ کر شہریوں کی پہنچ سے پوری طرح باہر ہوگئی۔ سونے سے بنائی جانے والی مختلف اشیاء کی طرح تعلیم بھی انگریزی ڈیزائن اور مشنریز میں تولہ تولہ فروخت ہونے لگی۔ اپنے اپنے طبقات کے آداب، اس کی تہذیب وثقافت کو بچانے کے لئے آگے آنے والے ذمہ دار لوگ Educational Maal کی بدولت دولتِ حاضرہ سے مالامال ہو گئے لیکن غریب عوام کا جینا دوبھر ہو گیا۔ غریب عوام ان مہنگے اسکولوں میں اپنے بچوں کو پڑھا نہیں سکتی تھی۔ سرکاری اسکولوں میں ان کے بچے پڑھتے رہے۔ لیکن آخر کب تک، پھر اس کے بعد ایک بھونچال آ گیا" اتنا کہہ کر بشیرا خاموش ہو گیا۔ لیکن بیرون ملک سے پندرہ بیس سال بعد اپنے ملک تعطیلات پر آئے دوست خاموش نہ رہ سکے۔ پوچھا "پھر کیا ہوا بشیرا؟ کیا حکومت نے غریبوں کو اپنے ملک سے نکال دیا؟ کیوں کہ سنا ہے کہ صیہونیوں سے ہماری حکومت دوستی کر چکی ہے"

بشیرا نے کہا "یہی کچھ ہوا۔ عالمی بینک سے تعلیم کے لئے قرض لیا گیا تھا، دروغ برگردنِ راوی، عالمی بینک کا فرمان ہے کہ، قدیم ڈھرے پر چلنے والے سرکاری اسکول بند ہوں، اس کے لئے ایک طرف پرائیویٹ اسکولوں کی بہتات ہو اور دوسری جانب عالمی بینک کے نقشہ کے مطابق نئے سرکاری اسکول کھول کر ان نئے سرکاری اسکولوں میں طلبہ کو انگریزی تعلیم دی جائے۔ اور جو زبانیں ملکی ہیں، انھیں نہ پڑھا کر دراصل ان کو دیش نکالا ملنا چاہیے" ہم سب نے کہا "یہ تو ملکی زبانوں کے ساتھ غداری ہے" بشیرا بولا "حکومت کو غدار کون کہے گا، اس کو پالیسی کا حصہ کہتے ہیں، نیشنل انٹرسٹ کہتے ہیں۔ اس کو قومی ترقی کی راہ کہتے ہیں" کینیڈا سے تشریف لائے ونود شرا کی نے کہا "ملکی زبانوں کی میت پر بیٹھ کر ترقی کرنے کو ترقی نہیں تنزلی کہیں گے" بشیرا کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ وہ اٹھا اور اٹھ کر جاتے ہوئے کہنے لگا "تم کچھ کر سکتے ہو تو کرو ورنہ ہماری ہی حکومتوں کے ہاتھوں ہماری اپنی پیاری پیاری ملکی زبانیں برباد ہو جائیں گی۔ خدارا حکومتی تنزلی کی اس ہوا کا گلا گھونٹ دو، ایسی زہریلی ہواؤں کا چلنا ملک کے لئے خطرناک ہے" وہ چلا گیا ہے اور ہم سب خاموش ہیں۔ کچھ نہ کچھ سوچ رہے ہیں۔

حرفِ آغاز

اللہ

یہ زمیں آسمان تیرے ہیں
یعنی دونوں جہاں تیرے ہیں

اللہ تعالی نے اپنے برگزیدہ پیغمبروں پر کتابیں نازل کیں، کچھ ادیبوں کی کتابیں پڑھ کر تو لگتا ہے کہ شیطان نے بھی اپنے پیغمبروں پر کتابیں اتاری ہیں، شیطان کی عمر کیا ہے وہ بوڑھا ہے یا ادھیڑ عمر! میں نہیں جانتا لیکن اتنا پتہ ہے کہ اسے وہ سب پسند جو صرف عہد جوانی میں ہی پسند کیا جا سکتا ہے۔

وہ جگہیں جہاں صرف خدا کو یاد کیا جاتا، وہ ویگنیں یا بسیں ہیں، ورنہ عبادت گاہوں میں تو زیادہ شیطان ہی کے بارے میں تلقین ہوتی ہے،،،،، بڑے بوڑھے تو بچوں کو ابتدا ہی سے شیطان سے ڈرانا شروع کر دیتے ہیں تا کہ اس کا ادب کرتے رہیں شیطان انسان کا دوست ہے یا دشمن۔ اس کا تو پتہ نہیں۔۔۔ اتنا پتہ ہے کہ دوست برائی کر کے آپ کا نام لگا کر خود کو بری الزمہ کرتے ہیں جب کہ آپ برائی کر کے اسے بری الزمہ" کرتے ہیں۔۔۔ ہمارے ہاں مولوی حضرات ہمیں دنیا میں ہر اس چیز سے منع کرتے ہیں جسے حاصل کرنے کے لئے ہی وہ جنت میں جانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ جنت اور دنیا کا بڑا فرق ہی یہ ہے کہ جنت میں شیطان نہ ہوگا۔

ڈاکٹر محمد یونس بٹ "شیطانیاں"

جیبیں

جیبیں "ہلکی" بھی ہوتی ہیں اور" بھاری" بھی۔" ٹھنڈی" بھی اور "گرم" بھی۔ شخصیت کا بھاری پن جیب کے بھاری پن سے متناسب ہوتا ہے۔ کاروبار جتنا ناجائز ہو، نوکری جتنی مشہور اور نیت جتنی خراب ہو، جیب اتنی ہی بھاری اور گرم ہوتی ہے۔ مردوں کی جیبیں ٹھنڈی اور ہلکی ہوں تو ان کی بیویاں ان پر گرم اور بھاری رہتی ہیں۔ ہر ٹھنڈی اور ہلکی جیب کے پیچھے کسی نہ کسی عورت یا ذاتی شرافت کا ہاتھ ہوتا ہے۔

کسی کے کردار، پیشے اور ذوق کا ذاتی اندازہ لگانا ہو تو اس کی جیب کی تلاشی کافی ہے۔ کسی نوجوان کے شریف ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اس کی جیب میں یونیورسٹی کا کارڈ، چند سکے اور صرف ایک لڑکی کی تصویر ہو۔

اگر کنگھی بھی نکلے تو سمجھ لیں کہ لڑکا منچلا، فیشن زدہ اور لڑکیوں کا دلدادہ ہے۔ اگر جیب سے سفارشی خطوط اور رومال نکلے تو سمجھ لیں" صاحب جیب" بے روزگار ہے اور دھوپ میں پھرنے کا عادی ہے۔

جس کی جیبوں میں بجلی، گیس اور فون کے بل ہوتے ہیں وہ شادی شدہ ہوتے ہیں۔ جیبوں میں پرس رکھنے والے "شوباز" ہوتے کہے جا سکتے ہیں۔ ان کے پرسوں میں اکثر بڑے بڑے عہدے والے دور پرے کے رشتہ داروں کے وزیٹنگ کارڈ، فلمی ہیروئنوں کی تصاویر اور محبوباؤں کے خطوط ہوتے ہیں۔

آج کل جیبوں میں بینکوں کے کریڈٹ کارڈ رکھنا "اسٹیٹس سمبل" بن گیا ہے۔ ایک کریڈٹ کارڈ، ایک موبائل فون اور ایک نئے ماڈل کی کار دکھا کر آپ سینکڑوں لڑکیوں کو اپنا گرویدہ بنا سکتے ہیں۔

دنیا کی سب سے بدنصیب جیب شاعروں کی ہوتی ہے جس میں سوائے غزلوں اور نظموں کے کچھ نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ شاعروں کی بیویاں جیبوں کی تلاشی لیے بغیر کپڑے لانڈری بھجوا دیتی ہیں۔ یوں شاعروں کے دوستوں پر احسان عظیم کرتی ہیں۔ اگر دھوبی نہ ہوتے تو آج دنیا میں شاعری کا ذخیرہ دگنا ہوتا۔

آج کل جیبوں میں پستول بھی ملتی ہے۔ آپ اپنے سامنے ہاتھ پھیلائے ہوئے اس "فقیر" کو سب کچھ دینے پر راضی ہو جائیں گے جس کی جیب بالکل خالی ہو سوائے ایک بھرے ہوئے ریوالور کے۔ جیبوں میں سوراخ ہو جائے تو اکثر چیزوں کا سراغ نہیں ملتا۔ ہم بچپن میں چونی کی ٹافی کھا کر اپنی جیب میں سوراخ کر دیا کرتے تھے۔ اس طرح والدہ مطمئن ہو جاتی تھیں کہ چونی ہی گری ہے بچے کا اخلاق نہیں۔

دنیا میں جیب کاٹنے کا کام صرف دو افراد کرتے ہیں۔ جیب کترے یا پھر درزی۔ پہلے کو جیب کاٹنے پر سزا اور دوسرے کو جزا ملتی ہے۔ وہ لوگ خوش نصیب ہوتے ہیں جو زندگی میں صرف درزی سے جیب کٹواتے ہیں۔

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ عورتوں کے لباس جیب سے یکسر محروم رہتے ہیں۔ عورت کی فطرت، کردار اور تنخواہ کا اندازہ اس کے پرس سے لگایا جا سکتا ہے۔ جسے وہ اپنے بچے کے بعد سب سے زیادہ سینے یا گود سے چمٹائے رکھتی ہے۔

آپکی جیب میں پورا قرآن ہونے
سے بہتر ہے
کہ
چاہے قرآن کی ایک ہی آیت
ہو۔
لیکن وہ آیت آپکے عمل میں
ہو۔

کوئی مرنے لگے تو ہم سورہ یٰسین لے کر
اس کے سرہانے بیٹھ جاتے ہیں۔
تاکہ اس کی روح آسانی سے نکل جائے۔
ہم نے قرآنِ حکیم سے صرف مرنا ہی
سیکھا ہے۔
کاش اس سے جینا بھی سیکھ لیں۔

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّم۔

مستنصر حسین تارڑ

شادیاں

گل نوخیز اختر

کافی عرصہ ایک ساتھ گذارنے کے بعد ایک دن لڑکے نے لڑکی سے کہا۔۔۔۔ "میرے خیال ہے اب ہمیں شادی کر لینی چاہیے!"

لڑکی نے کچھ سوچ کر کہا۔۔۔۔ "وہ تو ٹھیک ہے لیکن ہم سے شادی کرے گا کون؟"

تو قبلہ قارئین صاحب! آج کل شادیوں کا سیزن

"وجہ"؟۔۔۔۔۔ میں نے پوچھا۔

مسکرا کر بولے۔۔۔۔۔ اُس عمر میں انسان کو نیند بہت کم آتی ہے۔۔۔۔۔"

میں نے میاں صاحب کی بات پر غور کیا تو مجھے قائل ہونا ہی پڑا کیونکہ میں اُس خوبصورت عورت کو جانتا ہوں جو ڈاکٹر کے پاس گئی اور کہنے لگی۔۔۔۔۔ "ڈاکٹر صاحب! میں ساری رات سو نہیں سکتی۔۔۔۔ میری صحت بھی خراب ہوتی جا رہی ہے۔۔۔۔۔ براہِ کرم میرے شوہر کے لیے نیند کی کوئی اچھی سی دوائی لکھ دیں۔"

کچھ لوگ کنوارے ہوتے ہیں اور کچھ غیر شادی شدہ۔۔۔۔۔ میں نے میاں صاحب سے دریافت کیا کہ

ہے۔ روزانہ ڈیڑھ دو کلو نکاح ہو رہے ہیں۔ عطاء الحق قاسمی مجھ سے پوچھنے لگے "تم شادی کب کر رہے ہو؟"

میں نے سر جھکا کر کہا۔۔۔۔۔ "جس دن حکیم صاحب نے اجازت دے دی۔۔۔۔۔"

عطاء الحق قاسمی زور سے اُچھلے۔۔۔۔۔

اِس سے پہلے کہ اُن کی یہ حیرت 'خوشی میں تبدیل ہوتی' میں نے اُنہیں باور کرایا کہ قبلہ حکیم صاحب میرے تایا جان ہیں اور ہمارے ہاں عموماً شادی بیاہ کے فیصلے وہی کرتے ہیں۔

جناب! شادی کرنا بھی ایک فن ہے اور جو اِس فن میں ناکام ہو جاتا ہے وہ شادی شدہ۔۔۔۔۔ اور جو طاق ہو جاتا ہے وہ "فنکار" کہلاتا ہے۔ میں نے میاں صاحب سے پوچھا کی شادی کس عمر میں کرنی چاہیے؟

اطمینان سے بولے۔۔۔۔۔ "ساٹھ سال کی عمر میں۔۔۔۔۔"

میں نے منہ بنایا۔۔۔۔ "براہِ کرم اپنا فائدہ نہ سوچیں اور ٹھیک سے جواب دیں"

وہ دوبارہ بولے۔۔۔۔۔ "ساٹھ سال کی عمر میں۔۔۔۔۔"

"کنوارہ اور غیر شادی شدہ" میں آخر فرق کیا ہے؟

فخر سے بولے۔۔۔۔۔ "وہی جو تم میں اور مجھ میں ہے۔۔۔۔۔" "سبحان اللہ۔۔۔۔۔ میاں صاحب بھی بعض اوقات ایسی مثال دیتے ہیں کی بندہ ایکس وائی زیڈ ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔ لیکن بہرحال جناب یہ بات تو طے ہے کہ کچھ موسم شادیوں کے لیے بہت موزوں ہوتے ہیں۔ ہمارے ہاں سردیوں کا موسم اِس حادثے کے لیے موزوں ترین سمجھا جاتا ہے۔ میرے جس جس دوست کی شادی ہوئی ہے وہ عجیب وغریب جملے بولنے لگا ہے۔ اِن کی دیکھا دیکھی مجھے بھی بخار ہونے لگا ہے۔ کل ایک دوست کا فون آیا۔۔۔۔۔ کہنے لگا۔۔۔۔۔ "نوخیز! میری شادی ہو رہی ہے!"

میں نے جلدی سے کہا۔۔۔۔۔ "کھال مجھے دینا"

ایک دوسرے دوست سے چھ سال بعد ملاقات ہوئی تو میں نے پوچھا۔۔۔۔ "کیوں بھئی۔۔۔۔۔ شادی وادی کروائی یا ابھی تک اپنے کپڑے خود ہی دھو رہے ہو؟"

ایک زوردار آہ بھر کر بولا۔۔۔۔۔ "تمہاری دونوں باتوں کا جواب۔۔۔۔۔ ہاں ہے"۔

پرانی موٹر سائیکل کے فوائد

☆ سستا مل جاتا ہے تھوڑے سے پیسوں میں انسان پورے موٹر سائیکل کا مالک کہلاتا ہے۔

☆ اس کے مالک کو لوگ تنگ دست سمجھتے ہیں۔ کوئی شریف اور سمجھدار آدمی قرض مانگنے نہیں آتا۔

☆ چوری چکاری کا کوئی خطرہ نہیں۔ لاک کرنے کی فکر سے چھٹکارا

☆ کہیں راستے میں بند ہو جائے تو نہایت اطمینان سے فٹ پاتھ کے کنارے بغیر لاک کئے چھوڑا جا سکتا ہے۔ فلم دیکھنے جائیں تو اسٹینڈ پر کھڑا کر کے خواہ مخواہ پیسے ضائع کرنے قطعاً ضرورت نہیں۔ سینما کے قرب وجوار میں کہیں بھی کھڑا کیا جا سکتا ہے۔ (نوٹ: لاک نہ کریں۔ ٹریفک میں دشواری کی صورت میں لوگ خود بخود کسی مناسب جگہ کھڑا کر دیں گے)

☆ اسے چالو ضرورت میں رکھنے کی فکر ہی اتنے تسلسل کے ساتھ طاری رہتی ہے کہ زندگی کے دوسرے بڑے غموں میں مبتلا ہونے کی فرصت نہیں ملتی۔

☆ فارغ اوقات میں اس کے نٹ بولٹ کسنے، تیل پانی چیک کرنے اور صفائی کے نام پر گھسے پٹے روغن کی مزید گھسائی۔۔۔۔۔۔ ایسے کام ہیں جو انسان کو فارغ نہیں رہنے دیتے۔ خالی دماغ میں شیطان اپنی ورکشاپ کھول لیتا ہے پرانی موٹر سائیکل شیطان کے لئے نو ویکنسی (No Vacancy) کا بورڈ ثابت ہوتی ہے۔

☆ اردلی یا خادم کو مصروف رکھنے کا بہترین مصرف۔ ڈھیلے پیچ کسنے اور نہلائی دھلائی میں کافی دیر تک مصروف رکھا جا سکتا ہے۔

☆ کوئی اسے عاریتاً مانگنے کی جرأت نہیں کرتا ہے اس کے ہاتھوں مرور زمانہ سے ستایا کوئی نہ کوئی نازک پرزہ ضرور ٹوٹتا ہے جو مروتاً وہ خود ہی تبدیل کروا دیتا ہے۔ اس دو خوشگوار تجربوں کے بعد اس کا مالک اسے اُدھار دینے پر ادھار کھائے بیٹھا رہتا ہے۔ اس کی دریا دلی اور فیاضی کے چرچے زبان زد عام ہونے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔

☆ اس کا مالک اس کے انشورینس کے کاغذات ہمیشہ مکمل رکھتا ہے۔ چھوٹے موٹے حادثوں کی پروا نہیں کرتا بلکہ ان کی تاک میں لگا رہتا ہے۔ دوستوں کے حلقوں میں دلیر، بے باک، نڈر، بے خوف جیسے خطابات سے نوازا جاتا ہے۔

☆ اس سے نکلتی ہوئی آوازیں اس کی انفرادیت کا آئینہ دار ہوتی ہیں۔ اس کا شور چار دانگ عالم میں مشہور ہوتا ہے۔ گھر پر نام کی تختی نہ بھی ہو تو با آسانی ان تک پہنچا جا سکتا ہے۔

☆ اس کے سوار میں توکل علی اللہ بڑھ جاتا ہے۔ ثواب کمانے کے

متعدد مواقع حاصل رہتے ہیں۔ سوار ہونے پر سواری مسخر کرنے پر خدا کا شکر، بریک فیل ہونے پر یاد آنے والے ادھورے کلموں کا ورد، کلچ وائر ٹوٹ جانے پر ※※ یا اللہ تیرا ہی آسرا ہے ※※ کہتے ہوئے سفر جاری رکھنا ※ بھری پڑی سڑک پر ٹائر پنکچر ہونے پر پٹاخ کی آواز کے ساتھ انا اللہ پڑھنا اور مذکورہ بالا کوئی صورت پیش نہ آئے تو بار بار خدا کے لئے شکر کے ※※ چلی جا رہی ہے خدا کے سہارے ※※ وغیرہ وغیرہ۔

☆ اس کا مالک اسپیئر پارٹس کے صنعت کے فروغ اور کباڑیوں کی سرپرستی میں ہر دوسرے تیسرے دن بھرپور حصہ لیتا ہے۔

☆ پرانے پرزوں کے بازاروں اور کباڑیوں کی دُکانوں پر بار بار آمد ورفت اس کے مالک کے حلقہ دوستی میں اضافے کا موجب بنتی ہے۔ معاشرے سے اجنبیت کم ہوتی ہے۔

☆ اس کے مالک کی تمام تر عملی کوششوں کے باوجود زیادہ وقت یہ کھڑا رہ کر گزارتا ہے۔

☆ پٹرول کی بچت ہوتی ہے۔ وزارت برائے قدرتی وسائل کی طرف سے توانائی کی بچت کی اپیل پر خود بخود عمل ہوتا رہتا ہے۔

☆ کچھ مالکان نئے موٹر سائیکل کے لئے رقم کی فراہمی کی خاطر کسی غیر متوقع، اچانک اور خوشگوار واقعے کے منتظر رہتے ہیں۔ اپنی اپنی بساط کے مطابق ریفل ٹکٹ یا پرائز بانڈ خریدتے ہیں اور یوں قوم کی مجموعی بچت میں اضافہ کرتے ہوئے ملکی معیشت کے استحکام میں براہِ راست حصہ لیتے ہیں۔

☆ اس کا وار ٹریفک کے اصولوں کی بھرپور پابندی کرتا ہے۔ تیز رفتاری سے گریز کرتا ہے۔ موقع ملنے کے باوجود اوور ٹیکنگ سے باز رہتا ہے۔

☆ ٹریفک پولیس کا سپاہی ایک آدھ بار تو اسے روکنے کی حماقت کر سکتا ہے لیکن چوک خالی کرانے کے لئے بنفس نفیس اسے دھکا لگانا پڑے تو پھر دور سے آتا دیکھ کر دُعا کرتا ہے کہ وہ اس کے ذمہ داری کے علاقے سے بخیریت گزر جائے۔ پولیس کی طرف سے کسی شہری کے حق میں دعائے خیر؟ یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گی۔

اقوال دانشور

دولت سے آدمی کو جو عزت ملتی ہے وہ اس کی نہیں اس کی دولت کی عزت ہوتی ہے۔
پریم چند

زبان بنائی نہیں جاتی، خود بنتی ہے اور نہ انسانی کوششیں کسی زبان کو فنا کر سکتی ہیں۔
سعادت حسن منٹو

ہر حسین چیز انسان کے دل میں اپنی وقعت پیدا کر دیتی ہے۔ خواہ انسان غیر تربیت یافتہ ہی کیوں نہ ہو۔
سعادت حسن منٹو

میں ایک مزدور ہوں جس دن کچھ لکھ نہ لوں اس دن مجھے روٹی کھانے کا کوئی حق نہیں۔
پریم چند

ویشیا پیدا نہیں ہوتی، بنائی جاتی ہے۔ یا خود بنتی ہے۔
سعادت حسن منٹو

مایوسی ممکن کو بھی ناممکن بنا دیتی ہے۔
پریم چند

مؤمن کو پرکھا جاتا ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

- اے ابنِ آدم! مال داری سے خوش نہ ہوا کر، اور فقر سے مایوس نہ ہوا کر۔
- اور مصیبت سے غمگین نہ ہوا کر، اور خوش حالی سے تکبر میں نہ پڑنا۔
- کیونکہ سونے کو آگ کے ذریعے سے پرکھا جاتا ہے، اسی طرح سے نیک بندے کو مصیبت کے ذریعے سے جانچا جاتا ہے۔
- اور تو اپنی مرادوں کو اپنی خواہشات کو ترک کیے بغیر نہیں پا سکتا۔
- اور اپنی امیدوں کو ناپسندیدہ چیزوں پر صبر کیے بغیر نہیں پورا کر سکتا۔
- اور جو فرائض آپ پر سونپے گئے ہیں ان کو پورا کرنے میں اپنی پوری کوشش صرف کرتے رہا کرو، اور اللہ نے جو تیرے لیے فیصلہ کیا ہے اس پر راضی رہا کرو۔

یا رب!
"وافتح علي فتحا يذهلني اتساعه"
میرے لیے ایک ایسا دروازہ کھول دے، جس کی وسعت
مجھے حیران کر دے!! آمین۔

اقوال ذریں

ہر دور ادب پیدا کرنے کے اپنے نسخے ساتھ لے کر آتا ہے۔ آج کا لکھنے والا غالب اور میر نہیں بن سکتا۔ وہ شاعرانہ عظمت اور مقبولیت اس کا مقدر نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ ایک بہرے، گونگے، اندھے معاشرے میں پیدا ہوا ہے۔
انتظار حسین

شاعری کا اعلیٰ ترین فرض انسان کو بہتر بنانا ہے۔
پریم چند

ماضی چاہے جیسا ہو اس کی یاد ہمیشہ خوشگوار ہوتی ہے۔
پریم چند

قوموں کو جنگیں تباہی نہیں کرتیں۔ قومیں اس وقت تباہ ہوتی ہیں جب جنگ کے مقاصد بدل جاتے ہیں۔
انتظار حسین

کتابوں کی دنیا مردوں اور زندوں دونوں کے بیچ کی دنیا ہے۔
فراق گورکھپوری

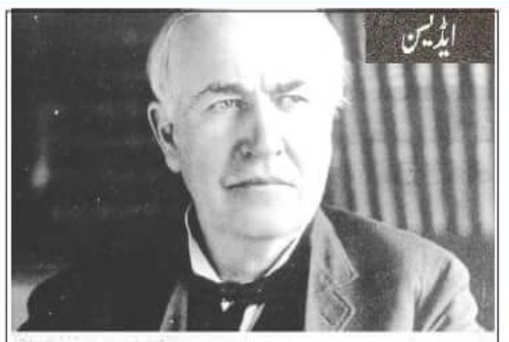

تھامس ایڈیسن کو سکول میں "بے حد سست" کا خطاب ملا تھا۔ اس کے اساتذہ کا کہنا تھا کہ وہ اتنا بدھو ہے کہ کچھ سیکھنے کے قابل نہیں ہے۔ تھامس ایڈیسن نے جب بجلی کا بلب بنایا تو وہ کامیابی سے قبل دو ہزار دفعہ ناکام ہوا۔ جب اس سے اس بارے میں پوچھا گیا تو اس نے شاندار جواب دیا کہ "میں ناکام نہیں ہوا، میں نے 1999 ایسے طریقے دریافت کر لیے ہیں جن سے بلب نہیں جلتا۔"

ہر ماں کو اپنے لال کی ایک
ایسی تصویر ضرور لینی
چاہیے کیونکہ یہی بے شرم
بڑے ہوکر کہتے ہیں،
اماں! آپ نے ہمارے لیے کیا ہی
کیا ہے؟

تلنگانہ میں کانگریس کا دوبارہ اقتدار یقینی: ریونت ریڈی

غریبوں اور کمزور طبقات کی بھلائی حکومت کی ترجیح، جلسہ عام سے بھٹی وکرامارکا اور دوسروں کا خطاب

حیدرآباد: چیف منسٹر ریونت ریڈی نے دعویٰ کیا کہ حلقہ جات کی ازسرنو حد بندی کی صورت میں 2029ء کے وسط میں مجوزہ انتخابات میں کانگریس پارٹی تلنگانہ میں 117 اسمبلی نشستوں پر کامیابی کے ساتھ دوبارہ برسر اقتدار آئے گی۔ چیف منسٹر سکریٹریٹ کے قریب سردار پاپنا گوڑ کے مجسمہ کی نقاب کشائی کے بعد جلسہ عام سے خطاب کررہے تھے۔ ڈپٹی چیف منسٹر بھٹی وکرامارکا، صدر پردیش کانگریس مہیش کمار گوڑ، ریاستی وزراء پونم پربھاکر، لکشمن کمار اور عوامی نمائندوں نے تقریب میں شرکت کی۔ چیف منسٹر نے کہا کہ حلقہ جات کی ازسرنو حدبندی کی صورت میں تلنگانہ میں اسمبلی اور لوک سبھا کی نشستوں میں اضافہ ہوگا۔ انہوں نے الزام عائد کیا کہ بی آر ایس قائدین سوشل میڈیا کے ذریعہ حکومت کے خلاف مہم پر بھاری رقومات خرچ کررہے ہیں۔ انہوں نے عوام سے اپیل کی کہ وہ اپوزیشن کے گمراہ کن پروپگنڈہ کا شکار نہ ہوں۔ چیف منسٹر نے کہا کہ تلنگانہ حکومت نے مختلف پسماندہ طبقات کے پیشوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے مدد کی ہے۔ تعلیم کے حصول میں پسماندہ طبقات کو مدد کرنے کیلئے انٹیگریٹیڈ اقامتی اسکولس قائم کئے جارہے ہیں۔ انہوں نے روایتی پیشوں سے وابستہ افراد سے اپیل کی کہ وہ حکومت کی اسکیمات سے استفادہ کریں۔ سابق کے سی آر حکومت پر تنقید کرتے ہوئے چیف منسٹر نے کہا کہ کے سی آر نے پرگتی بھون اور سکریٹریٹ کے دروازے عوام کیلئے بند کردیئے تھے، عوام اپنے مسائل کیلئے حکومت سے رجوع ہونے سے قاصر تھے۔ چیف منسٹر نے کہا کہ حکومت نے پسماندہ طبقات کی آبادی کا تعین کرنے کیلئے جامع سروے منعقد کیا اور ایس سی طبقات کی زمرہ بندی کی گئی۔ ٹی آر ایس حکومت نے 8.11 کروڑ کا قرض حاصل کیا جس کیلئے حکومت سالانہ 75 ہزار کروڑ ادا کررہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ رعیتو بھروسہ اسکیم کے تحت کسانوں سے دھان کی خریدی کی گئی۔ چیف منسٹر نے اس موقع پر تاڑی تاسندوں کیلئے پنشن اسکیم کا اعلان کیا۔ انہوں نے کہا کہ پسماندہ طبقات کی بھلائی حکومت کی اولین ترجیح ہے۔ ڈپٹی چیف منسٹر بھٹی وکرامارکا نے کہا کہ کانگریس حکومت نے غریبوں اور پسماندگہ طبقات کی بھلائی کیلئے کئی اسکیمات کا آغاز کیا ہے۔ صدر پردیش کانگریس ریونت ریڈی نے کہا کہ انتخابی وعدوں کی تکمیل اور فلاحی اسکیمات پر عمل آوری میں تلنگانہ ملک کی مثالی ریاست بن چکی ہے۔

سید عظمت اللہ حسینی نے دہلی میں کے سی وینوگوپال کو رپورٹ پیش کی

کرناٹک کے ضلع دھارواڑ اور ہبلی سٹی کانگریس صدور کے انتخاب کی ذمہ داری کی انجام دہی

حیدرآباد:: صدرنشین تلنگانہ ریاستی وقف بورڈ و مبصر اے آئی سی سی کانگریس سنگھٹن سرجن کرناٹک سید عظمت اللہ حسینی کو کرناٹک کے دو اہم اضلاع ہبلی سٹی اور دھارواڑ ضلع میں کانگریس صدور کے انتخاب کی جو ذمہ داری سونپی گئی تھی اس کی تفصیلی رپورٹ دہلی میں کانگریس کے قومی جنرل سکریٹری تنظیمی امور کے سی وینوگوپال کو پیش کردی۔ اس موقع پر کرناٹک کانگریس امور کے انچارج رندیپ سنگھ سرج والا کے علاوہ دوسرے موجود تھے۔ واضح رہے کہ سید عظمت اللہ حسینی نے اپنی ذمہ داریوں کے سلسلے میں تین مرتبہ ہبلی اور دھارواڑ کے مختلف علاقوں کا دورہ کیا اس دوران انہوں نے ریاستی و ضلعی سطح کے کانگریس قائدین مقامی کانگریس کے ارکان اسمبلی ارکان قانون ساز کونسل اسمبلی و بلاک سطح کے کانگریس قائدین اور سرگرم کارکنوں سے اجتماعی و علحدہ طور پر ملاقاتیں کرتے ہوئے اضلاع کانگریس صدور کے انتخاب کے لیے رائے و تجاویز حاصل کی۔ تمام قائدین کی رائے اور زمینی سطح کے سیاسی جائزے کے بعد ایک تفصیلی رپورٹ تیار کی جس میں ہبلی سٹی اور دھارواڑ ضلع کانگریس صدور کے انتخاب کے لیے اپنی طرف سے ناموں کی سفارش کی۔ سید عظمت اللہ حسینی کی جانب سے پیش کی گئی رپورٹ اور ان کی محنت پر کانگریس کے قومی جنرل سکریٹری کے سی وینوگوپال نے مثبت ردعمل کا اظہار کیا اور ان کے پیش کردہ رپورٹ کی ستائش کی۔ کے سی وینوگوپال نے اس موقع پر بتایا کہ اس رپورٹ کی روشنی میں بہت جلد کانگریس کے قومی صدر ملکارجن کھرگے کی منظوری کے بعد دھارواڑ اور ہبلی کے سٹی و ڈسٹرکٹ کانگریس صدور کا سرکاری طور پر اعلان کیا جائے گا۔

اندراماں ہاوزنگ کیلئے سیمنٹ فی بیاگ 230 روپئے پر اتفاق

وزیر امکنہ سرینواس ریڈی کی سیمنٹ کمپنیوں کے مالکین سے ملاقات

حیدرآباد۔ وزیر ہاوزنگ پی سرینواس ریڈی نے سمنٹ کمپنیوں کے ذمہ داروں کے ساتھ اجلاس منعقد کرتے ہوئے اندراماں ہاو?زنگ مکانات کی تعمیر کے لئے رعایتی شرح پر سمنٹ کی سربراہی کی خواہش کی۔ سمنٹ کمپنیوں نے اندراماں ہاو?زنگ کے لئے 230 روپے میں سمنٹ کی سربراہی کا تیقن دیا۔ چیف منسٹر ریونت ریڈی اندراماں ہاو?زنگ کے تحت غریبوں کو مکانات کی فراہمی میں سنجیدہ ہیں۔ سرینواس ریڈی نے سکریٹریٹ میں سمنٹ انڈسٹریز کے نمائندوں اور کمپنیوں کے مالکین کے ساتھ اجلاس منعقد کرتے ہوئے قیمتوں کا جائزہ لیا۔ اُنھوں نے کہا کہ اندراماں ہاو?زنگ اسکیم صرف مکانات کی تعمیر تک محدود نہیں ہے بلکہ یہ اسکیم غریب خاندانوں کی عزت اور وقار میں اضافہ کا اہم ذریعہ ہے۔ غریبوں کو اسکیم کے تحت پہلے مرحلہ میں 4.50 لاکھ مکانات منظور کئے گئے۔ اُن میں سے 85 فیصد مکانات کے سلاب مکمل ہوچکے ہیں جبکہ 15 فیصد مکانات تعمیر کے مختلف مراحل میں ہیں۔ دوسرے مرحلہ میں ہر اسمبلی حلقہ کے تحت 2 ہزار مکانات منظور کئے جارہے ہیں۔ حیدرا?باد اور اطراف کے کیورار بن ریجن میں بھی 16 اسمبلی حلقہ جات میں اندراماں ٹاورس منظور کئے گئے۔ اُنھوں نے کہا کہ حکومت کی جانب سے 5 لاکھ روپئے سبسیڈی استفادہ کنندگان کو فراہم کی جارہی ہے۔ یہ رقم 3 مختلف مراحل میں جاری کی جارہی ہے اور ہر غریب خاندان مکان کا مالک بن جائے گا۔ سرینواس ریڈی نے حکومت کی اِس اسکیم میں سمنٹ انڈسٹری سے تعاون کی خواہش کی۔ سمنٹ کمپنیوں کے مالکین نے حکومت کی خواہش پر 230 روپئے میں سمنٹ بیاگ کی سربراہی سے اتفاق کیا۔ وزیر ہاو?زنگ سرینواس ریڈی اور سکریٹری ہاو?زنگ وی پی گوتم نے سمنٹ کمپنیوں کے مالکین سے اظہار تشکر کیا۔ کمپنیوں نے غریبوں کی تعمیری اسکیمات میں تعاون سے اتفاق کیا

بین الاقوامی چیلنجس سے نمٹنے میں دنیا کے 10 سرکردہ اداروں کا اہم رول

حیدرآباد:۔ بین الاقوامی چیلنجس سے نمٹنے اور مختلف ممالک کے درمیان تنازعات کی یکسوئی میں عالمی ادارے اہم رول ادا کرتے ہیں۔ دنیا میں 10 ایسے عالمی اداروں کی نشاندہی کی گئی ہے جو نہ صرف ممالک کے درمیان تنازعات بلکہ معاشی بحران سے نمٹنے میں اہم رول ادا کرتے ہیں۔ عالمی اداروں کی فہرست میں اقوام متحدہ سرفہرست ہے جو عالمی سطح پر قیام امن کے علاوہ انسانی حقوق کی پاسداری اور جنگی تنازعات کے حل میں اہم رول ادا کرتا ہے۔ اقوام متحدہ کی اہمیت اور افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا تاہم حالیہ برسوں میں اقوام متحدہ نے اپنے بعض جانبدارانہ فیصلوں کے ذریعہ دنیا کی نظر میں اپنی اہمیت کو گھٹا دیا ہے۔ اقوام متحدہ اگرچہ دنیا کے تمام ممالک کا ترجمان ہے اور اس کے تحت سلامتی کونسل کو ممالک کے خلاف کارروائی کا اختیار حاصل ہے۔ حالیہ چند برسوں میں طاقتور ممالک کا اقوام متحدہ پر کنٹرول ہوچکا ہے اور جنگی معاملات میں امریکہ، روس، اسرائیل جیسے ممالک اقوام متحدہ کے فیصلوں کو ماننے سے صاف انکار کررہے ہیں۔ عالمی سطح پر مالیتی اُمور میں ورلڈ بینک اور انٹرنیشنل مانیٹری فنڈ (IMF) کا اہم رول ہے۔ یہ دونوں ادارے مالیتی استحکام اور معاشی نظام کو بہتر بنانے میں اپنی تجاوز پیش کرتے ہیں۔ صحت اور رضا کارانہ خدمات کے معاملہ میں ورلڈ ہیلت آرگنائزیشن، ورلڈ فوڈ پروگرام، اقوام متحدہ چلڈرنس فنڈ اور انٹرنیشنل کمیٹی آف ریڈ کراس کی خدمات نمایاں ہے۔ ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن بین الاقوامی سطح پر تجارت کو فروغ دینے کا کام انجام دیتا ہے۔ نیشنل اٹلانٹک ٹریٹی آرگنائزیشن (NATO) کے ذریعہ مختلف ممالک کے دفاع اور سلامتی کو یقینی بنایا جاتا ہے۔ جی۔ 20 نے حالیہ برسوں میں اپنی سرگرمیوں کو وسعت دی ہے۔ دنیا کی 10 اہم تنظیموں میں 4 کا ہیڈ کوارٹر امریکہ میں ہے۔ اقوام متحدہ، ورلڈ بینک، آئی ایم ایف

خانگی جائیدادوں اور اراضیات کا بہرصورت تحفظ کیا جائے گا: ریونت ریڈی

رجسٹریشن سے قبل اندرون دو یوم جانچ کی تکمیل کی ہدایت، سیکشن 22 A/ تنازعہ پر اعلیٰ سطحی اجلاس

حیدرآباد: چیف منسٹر ریونت ریڈی نے رجسٹریشن ایکٹ کی دفعہ 22 A/ کے تحت ممنوعہ فہرست میں اراضیات اور جائیدادوں کی شمولیت کے جاریہ تنازعہ کا اعلیٰ سطحی اجلاس میں جائزہ لیا۔ چیف منسٹر نے واضح کیا کہ حکومت عوام کے جائیداد حقوق کے تحفظ کیلئے پابند ہے۔ انہوں نے کہا کہ جائیداد مالکین کو اپنی املاک کے رجسٹریشن میں کسی بھی قسم کی رکاوٹ پیش نہ آیا اس کیلئے سخت اقدامات کئے جائیں گے۔ چیف منسٹر نے وزیر مال پی سرینواس ریڈی اور اعلیٰ عہدیداروں کے ساتھ سیکشن 22 A/ کے تحت شامل کی گئی اراضیات کے بارے میں تفصیلات حاصل کی۔ اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ اگر کوئی جائیداد 22 A/ فہرست میں شامل ہے اور اُس کی آن لائن رجسٹریشن کیلئے سلاٹ بک کیا گیا ہے محکمہ مال کے عہدیدار اندرون 2 یوم اس کی جانچ مکمل کرلیں گے۔ اگر جانچ میں زمین ذاتی ملکیت ثابت ہوتی ہے رجسٹریشن فوری طور پر مکمل کیا جائے گا۔ ضلع کلکٹرس کو ہدایت دی گئی ہے کہ 22 A/ فہرست میں شامل اراضی کی مکمل جانچ کرے اور ایک درست فہرست تیار کی جائے تاکہ اس تنازعہ کا مستقل طور پر حل تلاش کیا جاسکے۔ انہوں نے کہا کہ جانچ میں کوئی بھی کوتاہی ناقابل قبول رہے گی اور یہ عمل جلد از جلد مکمل کیا جانا چاہیئے۔ چیف منسٹر نے عوام سے اپیل کی کہ وہ اپنے اراضی حقوق کے بارے میں کسی تشویش میں مبتلا نہ ہو۔ حکومت شہریوں کی جائیداد کے حقوق کے تحفظ کیلئے پُرعزم ہے۔ حکومت ذاتی اور خانگی ملکیت کی ایک اینٹ زمین کے بارے میں بھی کسی مسئلہ پر تنازعہ کو پیدا ہونے نہیں دے گی۔ انہوں نے عوام سے اپیل کی کہ 22 A/ اراضی معاملہ میں بروکرس اور درمیان افراد سے رجوع نہ کریں اور کسی بھی افواہ یا من گھڑت باتوں پر یقین نہ کریں۔ چیف منسٹر نے خانگی اراضیات اور جائیدادوں کو ممنوعہ فہرست میں شامل کرنے کی مکمل جانچ کی ہدایت دی ہے۔ وزیر مال سرینواس ریڈی نے چیف منسٹر کو اس تنازعہ کے حل کیلئے محکمہ مال کی جانب سے اقدامات سے واقف کرایا۔ انہوں نے کہا کہ خانگی جائیدادوں اور اراضیات پر کسی بھی دعویداری کی اندرون ایک ہفتہ یکسوئی کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

اندراماں ہاوزنگ ٹاورس کیلئے 61,500 درخواستیں موصول

360 ڈگری آن لائن جانچ، اہل و نااہل امیدواروں کی فہرست ویب سائٹ پر جاری ہوگئی

حیدرآباد: تلنگانہ ہاوزنگ بورڈ نے حیدرآباد کے 16 اسمبلی حلقوں میں (CURE) ریجن کے تحت تعمیر کئے جانے والے اندراماں این آئی جی ٹاورس کے 7340 فلیٹس کے لئے موصولہ تمام درخواستوں کی حتمی جانچ کی تیاریاں مکمل کرلی ہیں۔ عہدیدار اہل اور نااہل درخواست دہندگان کی تفصیلات مع وجوہات عام پبلک ڈومین اور آفیشیل پورٹل پر آویزاں کرنے کا منصوبہ تیار کیا ہے تاکہ شفافیت کو یقینی بنایا جاسکے۔ شہر کے 16 اسمبلی حلقوں میں قائم 7340 فلیٹس کی الاٹمنٹ کے لئے 61,500 سے زائد درخواستیں موصول ہوئی ہیں۔ فی الوقت تمام درخواستوں کی (CGG) کے ذریعہ 360 ڈگری تکنیکی اور ڈیٹا بیس جانچ کی جارہی ہے۔ ویب سائٹ پر واضح کیا جائے گا کہ آیا درخواست دہندہ نے تمام سرکاری ضوابط رہائشی ثبوت اور آمدنی کی شرائط پوری کی ہیں یا نہیں۔ اگر کسی کی درخواست مسترد ہوئی ہے تو اس کی عین وجہ بھی آن لائن درج کی جائے گی۔ ہاوزنگ بورڈ کی جانب سے فہرست جاری کرنے کے بعد شہریوں کو اپنے اعتراضات اور اپلیس جمع کرانے کے لئے ایک مخصوص ڈیڈ لائن دی جائے گی۔ تمام اعتراضات کی تفتیش اور قطعی تصدیق کے بعد اگست کے اواخر تک قرعہ اندازی کے ذریعہ فلیٹس کے مستحقین کا شفاف انتخاب کیا جائے گا۔ درخواست دہندگان اپنی درخواست کی حالت جاننے کے لئے تلنگانہ ہاوزنگ بورڈ پورٹل پر لاگ ان کرکے تفصیلات دیکھ سکیں گے۔

حیدرآباد کے اسکولوں میں میلادالنبی کی تعطیل کا اعلان

حیدرآباد: حیدرآباد اور تلنگانہ کے دیگر اضلاع میں اسکولوں اور دیگر تعلیمی اداروں میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت کے پیش نظر تعطیل ہوگی۔ تلنگانہ اسٹیٹ پورٹل کیلنڈر برائے 2026 کے مطابق میلاد النبی کی چھٹی کو 'عام تعطیلات' کے تحت درج کیا گیا ہے۔ حیدرآباد کے تعلیمی ادارے 26 اگست بروز بدھ کو تعطیل منانے جارہے ہیں، چونکہ اس کو 'عام تعطیل' قرار دیا گیا ہے، اسکولوں کے علاوہ سرکاری دفاتر سمیت دیگر ادارے بند رہیں گے۔ واضح رہے کہ میلاد النبی ? اسلامی کیلنڈر کے تیسرے مہینے ربیع الاول کی 12 تاریخ کو منایا جاتا ہے۔ سکول اور دیگر تعلیمی ادارے رواں ماہ میں مزید دو چھٹیاں منانے جارہے ہیں۔ وہ 21 اور 28 اگست کو بالترتیب ورالکشمی ورتھم اور شراونا پورنیا اور راکھی پورنیا کے موقع پر ہیں۔ تاہم، ان دونوں کو اختیاری تعطیلات کے طور پر درج کیا گیا ہے۔ حیدرآباد میں میلاد النبی کی تیاریوں کا مشاہدہ کیا جارہا ہے، جس میں کئی مقامات پر مذہبی تقریبات اور سماجی بہبود کی سرگرمیوں کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔ اتوار، 16 اگست کو وجئے نگر کالونی میں خون کے عطیہ کی مہم کا انعقاد کیا گیا۔ آنے والے دنوں میں اس طرح کے مزید فلاحی اقدامات کیے جائیں گے، جن میں افضل گنج میں آصفیہ لائبریری میں ایک پروگرام بھی شامل ہے۔ شہر بھر کی مساجد اور اجتماع گاہوں سے بھی اس موقع سے قبل مذہبی اجتماعات کی میزبانی کی توقع ہے۔ مرکزی میلاد جلوس کمیٹی 26 اگست کو نکالے جانے والے مرکزی میلاد جلوس کے انتظامات کر رہی ہے۔ تہوار کی اہمیت کے پیش نظر، تلنگانہ حکومت نے 26 اگست کو 'عام تعطیل' کا اعلان کیا ہے، جب اسکول، تعلیمی ادارے اور سرکاری دفاتر بند رہیں گے۔

ممنوعہ فہرست میں شامل اراضیات اور جائیدادوں کی یکسوئی کا آغاز

وزیر مال سرینواس ریڈی کی ٹیلی کانفرنس، عوام کو خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں

حیدرآباد: وزیر مال پی سرینواس ریڈی نے کہا کہ رجسٹریشن ایکٹ کے سیکشن 22 A/ نے ممنوعہ فہرست کے تحت شامل کی گئی اراضیات اور جائیدادوں کے تنازعات کی یکسوئی کا آغاز ہوچکا ہے۔ اراضیات کی ملکیت کے بارے میں داخل کی گئی کئی درخواستوں کی آج یکسوئی کردی گئی اور رجسٹریشن کا عمل مکمل کیا گیا۔ سرینواس ریڈی نے عہدیداروں کو ہدایت دی کہ وہ درخواستوں کی عاجلانہ یکسوئی کرتے ہوئے رجسٹریشن کی راہ میں تیزی پیدا کریں۔ کھمم کے دورہ پر موجود وزیر مال نے آج اعلیٰ عہدیداروں کے ساتھ ٹیلی کانفرنس کے ذریعہ درخواستوں کی یکسوئی کا جائزہ لیا۔ انہوں نے کہا کہ عہدیداروں کو ہر کیس کی تفصیلی جانچ کرتے ہوئے رجسٹریشن میں سہولت فراہم کرنی چاہیئے۔ سکریٹری ریونیو لوکیش کمار، اسٹامپ اینڈ رجسٹریشن کے کمشنر راجیو گاندھی ہنمنت کے علاوہ حیدرآباد، رنگاریڈی، ملکاجگری اور سنگاریڈی کے ضلع کلکٹرس نے ٹیلی کانفرنس میں حصہ لیا۔ وزیر مال نے کہا کہ ضلع کلکٹرس کو چاہیئے کہ سب رجسٹرار عہدیداروں کو تنازعات کی عاجلانہ یکسوئی کی ہدایت دیں۔ انہوں نے کہا کہ حیدرآباد اور اطراف کے چار اضلاع میں زیادہ تر شکایات موصول ہوئی ہیں، خانگی جائیدادیں اور اراضیات کو ممنوعہ فہرست میں شامل کردیا گیا جس سے عوام میں بے چینی پائی جاتی ہے۔ حکومت نے عہدیداروں کو ہدایت دی کہ وہ دستاویزات کی جانچ کرتے ہوئے درخواستوں کی یکسوئی کریں اور خانگی اراضیات اور جائیدادوں کو ممنوعہ فہرست سے حذف کیا جائے۔ وزیر مال نے عوام سے اپیل کی کہ وہ اپنی اراضیات اور جائیدادوں کے بارے میں تشویش میں مبتلا نہ ہو کیونکہ حکومت اُن کی جائیدادیں اور اراضیات کے حقوق کا تحفظ کرے گی۔ انہوں نے کہا کہ اراضیات اور جائیدادوں کے بارے میں کلیرنس ملتے ہی فوری طور پر رجسٹریشن کا عمل شروع کیا جائے گا۔ اسی دوران کوکٹ پلی، بالانگر اور دیگر رجسٹرار دفاتر میں عوام نے حکومت کی جانب سے درخواستوں کی فوری یکسوئی پر حکومت سے اظہار تشکر کیا۔

عرفان جامیاوالا: 32 سالہ اداکاری، تھیٹر، فلم اور سماجی خدمت کا سفر

عرفان جامیاوالا کا 32 سالہ فنی سفر صرف اداکاری سیکھنے اور سکھانے کی داستان نہیں بلکہ تھیٹر، فلم، ٹیلی ویژن اور سماجی بیداری کو ایک ساتھ جوڑنے والی طویل تخلیقی جدوجہد ہے۔ اس دوران انہوں نے تقریباً 4,000 مفت اداکاری تربیتی سیمینار اور ورکشاپس منعقد کیں اور مختلف سماجی مسائل پر تقریباً 7,000 نکڑ ناٹک پیش کیے۔ ان کے نکڑ ناٹک صرف تفریح کا ذریعہ نہیں تھے بلکہ تعلیم، ایڈز بیداری، جہیز مخالف مہم، صفائی مہم، خون عطیہ مہم اور مفت دوا وطبی امداد جیسے سماجی پروگراموں سے جڑے ہوئے تھے۔ ان کے نزدیک فنکار صرف اسٹیج پر مکالمہ بولنے والا شخص نہیں بلکہ معاشرے کی آواز بننے والا ذمہ دار شہری بھی ہے۔ تھیٹر کے میدان میں انہوں نے بھارتندو ناٹیہ کلا پریشد، شری رام سینٹر، نیشنل اسکول آف ڈراما–TIE، پرتھوی تھیٹر، سنگیت ناٹک اکادمی دہلی، کلاتمک رنگ منچ گروپ، بہروپ تھیٹر گروپ، جے۔اے۔یو، کبیرا، نٹ کھٹ اور کھلونا جیسے مختلف اداروں اور تھیٹر گروپس کے ساتھ کام کیا اور سیکھا۔ ان کا سفر صرف تھیٹر تک محدود نہیں رہا۔ گزشتہ تقریباً 20 برسوں میں فلم اور ٹیلی ویژن انڈسٹری میں انہوں نے بالاجی ٹیلی فلمز، UTV، Cinevista، Moving، Meditech، Pictures Garima Maya، Eye Creative، Company Picture Pictures اور Studio D Pixel جیسے اداروں کے ساتھ کام کیا۔ اس دوران انہوں نے پوسٹ پروڈکشن، ڈائریکشن، اسکرپٹ رائٹنگ، ایگزیکٹو پروڈیوسر، آرٹسٹک ڈائریکشن اور کمپنی مینجمنٹ سمیت مختلف اہم ذمہ داریاں ادا کیں۔ تقریباً 30 فلموں، 70 ٹی وی سیریلز اور ہزاروں ٹی وی اشتہارات اور ڈاکیومنٹری فلموں کے مختلف تخلیقی اور پروڈکشن مراحل میں ان کا تجربہ شامل رہا ہے۔ ان کی فنی تربیت اور عملی تجربے میں جن شکتی وہنی، جامعہ کری ایٹو گروپ، میڈیا کرافٹس فلم اینڈ ٹی وی انسٹی ٹیوٹ اور جامعہ ماس کمیونیکیشن جیسے اداروں کا بھی اہم کردار رہا ہے۔ 32 سال کے اس سفر میں انہوں نے ہزاروں نوجوانوں اور فنکاروں کو اداکاری کی تکنیک سکھائی اور انہیں اسٹیج اور کیمرے کے سامنے اپنی صلاحیتوں کا اظہار کرنے کا موقع دیا۔ تقریباً 4,000 مفت اداکاری ورکشاپس ان کے اس عزم کی گواہی دیتی ہیں کہ ان کے لیے اداکاری صرف پیشہ نہیں بلکہ علم بانٹنے اور نئی صلاحیتوں کو آگے بڑھانے کا ذریعہ بھی ہیرفان جامیاوالا کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے فن کو سماج سے الگ نہیں کیا۔ ایک طرف انہوں نے اداکار تیار کیے، دوسری طرف نکڑ ناٹک کے ذریعے عام لوگوں میں سماجی بیداری پیدا کی؛ ایک طرف تھیٹر کیا، دوسری طرف فلم اور ٹیلی ویژن کی پیچیدہ پروڈکشن کو قریب سے سمجھا۔ آج 32 سال بعد ان کا سفر ایک ایسے اداکار، استاد، مصنف، ہدایت کار، پروڈیوسر اور سماجی کارکن کی شناخت بن چکا ہے جس نے اسٹیج سے کیمرے تک اور اداکاری سے سماجی شعور تک اپنا ایک منفرد راستہ بنایا ہے۔ عرفان جامیاوالا کی 32 سالہ کہانی صرف ایک فنکار کی کہانی نہیں، بلکہ سیکھنے، سکھانے، جدوجہد کرنے، سماج سے جڑنے اور آنے والی نسلوں کے لیے فن کا راستہ بنانے کی داستان ہے۔

اردو مضمون —— ''کیا ہم تاریخ پھر دہرا رہے ہیں؟''

یہ سوال بھارت کی معروف یونیورسٹی جامعہ ملیہ اسلامیہ کے سابق طلبہ رہنما، سماجی کارکن، مصنف، رنگکرم اور ہدایت کار عرفان جامی والا نے اٹھایا ہے۔

1882ء میں بنکم چندر چٹوپادھیائے نے اپنا مشہور ناول ''آنند مٹھ'' تحریر کیا۔ یہ محض ایک ادبی تخلیق نہیں تھی بلکہ اپنے عہد کی سیاسی، ثقافتی اور مذہبی بے چینی کی عکاسی بھی کرتی تھی۔ اسی ناول سے ''وندے ماترم'' جیسا نغمہ سامنے آیا، جس نے بعد میں ہندوستان کی آزادی کی تحریک کو ایک خاص جوش فراہم کیا۔

لیکن تاریخ کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے۔ یہی ادبی تخلیق بعد کے ادوار میں مذہبی شناخت، قوم پرستی اور سیاسی تقسیم کی بحث کا اہم موضوع بن گئی۔

بھارت کے معروف سماجی کارکن، مصنف اور صحافی عرفان علی جامی والا کا کہنا ہے:

''آنند مٹھ سے نکلی ہوئی چنگاری نے آج جن سنگھ کے بانی شیاما پرساد مکھرجی کی آبائی ریاست بنگال میں سیاسی کامیابی حاصل کرلی ہے۔''

یہ محض ایک سیاسی تبصرہ نہیں، بلکہ تاریخ کے ان سوالات کی طرف اشارہ ہے جنہیں نظرانداز کرنا مستقبل کے لیے خطرناک ہوسکتا ہے۔

دل پہلے تقسیم ہوتے ہیں، ملک بعد میں

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ملک اچانک تقسیم نہیں ہوتے۔

پہلے لوگوں کے دلوں میں مذہب، ذات، زبان، لباس، کھانے اور شناخت کے نام پر دیواریں کھڑی کی جاتی ہیں۔ جب معاشرہ ''ہم'' اور ''وہ'' میں تقسیم ہوجاتا ہے تو پھر نقشے بھی تبدیل ہونے لگتے ہیں۔

1947ء کی تقسیم صرف زمین کی تقسیم نہیں تھی۔ یہ کروڑوں انسانوں کے اعتماد، رشتوں اور مشترکہ زندگی کے بکھرنے کا المیہ بھی تھا۔ بنگال اور پنجاب نے اس تقسیم کی سب سے بڑی قیمت ادا کی۔

آج اگر انتخابی سیاست میں بار بار مذہبی جذبات کو استعمال کیا جائے، اگر شہریوں کو محض ان کی مذہبی شناخت کی بنیاد پر وفادار یا غدار قرار دینے کی کوشش کی جائے، تو یہ سوال اٹھنا فطری ہے:

کہیں ہم تاریخ کے اسی خطرناک راستے کی طرف دوبارہ تو نہیں بڑھ رہے؟

جب انتخاب معاشرے سے بڑا ہوجائے

جمہوریت کا بنیادی مقصد عوام کو بااختیار بنانا اور معاشرے کو جوڑنا ہے، توڑنا نہیں۔

لیکن جب انتخابات صرف اقتدار حاصل کرنے کا ذریعہ بن جائیں تو عوام کے حقیقی مسائل پس منظر میں چلے جاتے ہیں۔

بے روزگاری، تعلیم، صحت، کسانوں کے مسائل، مہنگائی اور روزگار جیسے بنیادی سوالات کی جگہ خوف، غصہ اور مذہبی وشناختی سیاست لے لیتی ہے۔

یہ مسئلہ کسی ایک جماعت یا ایک نظریے تک محدود نہیں۔ نفرت اور تقسیم کی سیاست آخرکار پورے جمہوری نظام کو کمزور کرتی ہے۔

جو آگ آج کسی دوسرے کے گھر میں لگائی جاتی ہے، ضروری نہیں کہ کل وہ اپنے گھر تک نہ پہنچے۔

بنگال کا درد اور ہندوستان کا مستقبل

بنگال نے نشا? ثانیہ بھی دیکھا، ادب بھی دیکھا، آزادی کی جدوجہد بھی دیکھی، تقسیم کا المیہ بھی سہا اور سیاسی تشدد بھی دیکھا۔

اس لیے بنگال محض ایک ریاست نہیں، بلکہ ہندوستان کی تاریخ کا ایک آئینہ ہے۔

اگر آج یہی بنگال مذہبی اور نظریاتی پولرائزیشن کی سیاست کا مرکز بنتا ہے تو یہ صرف بنگال کا مسئلہ نہیں، بلکہ پورے ہندوستان کے مستقبل کا سوال ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ادب کو نفرت کا ہتھیار نہیں بلکہ مکالمے، سوال اور انسانی اتحاد کا ذریعہ بنایا جائے۔

اگر ''وندے ماترم'' مادرِ وطن سے محبت کی علامت ہے تو اس مادرِ وطن میں رہنے والے ہر شہری کے وقار، مساوات اور آزادی کا احترام بھی اتنا ہی ضروری ہے، خواہ اس کا مذہب یا شناخت کچھ بھی ہو۔

آخر آگے کیا تقسیم ہوگا؟

یہ سوال جذباتی نہیں بلکہ انتہائی سنجیدہ ہے۔

اگر سیاست اسی طرح معاشرے کو تقسیم کرتی رہی تو شاید آگے صرف زمینیں یا ریاستیں تقسیم نہیں ہوں گی۔

اعتماد تقسیم ہوگا۔

محلے تقسیم ہوں گے۔

دوستیاں تقسیم ہوں گی۔

رشتے تقسیم ہوں گے۔

اور آخرکار انسانیت تقسیم ہوگی۔

اور جب انسانیت تقسیم ہوجائے تو کوئی بھی ملک حقیقی معنوں میں مضبوط نہیں رہ سکتا۔

ہندوستان کی اصل طاقت اس کی کثرت میں وحدت رہی ہے۔

یہ وہ سرزمین ہے جہاں مندر کی گھنٹیاں، مسجد کی اذان، گوردوارے کی بانی اور چرچ کی دعائیں ایک ہی آسمان کے نیچے سنائی دیتی ہیں۔

اگر ان میں سے کسی ایک آواز کو دبایا جائے گا تو نقصان صرف ایک طبقے کا نہیں ہوگا؛ ہندوستان کی اجتماعی روح کمزور ہوگی۔

آج ہندوستان کو کسی نئی ''چنگاری'' کی نہیں، بلکہ ایسے ہاتھوں کی ضرورت ہے جو نفرت کی آگ کو بجھا کر انسانیت کی روشنی کو دوبارہ روشن کرسکیں۔

سوال آج بھی وہی ہے:

''دلوں کو تقسیم کرکے حاصل کی گئی سیاسی کامیابی کے بعد... آخر آگے کیا کیا تقسیم ہوگا؟''

یہ سوال صرف عرفان جامی والا کا نہیں، ہر ہندوستانی کو اپنے آپ سے پوچھنا ہوگا۔

Editor Printer, Publisher & Owner by MOHD ATHER RAHEEM Published from FALAKNUMA NEWS Urdu Weekly 19-4-276/5/A
Flat No 502.5th Floor Lakeview Residency,Baquar Nagar,BNK Colony,Miralam Tank Hyderabad 500 064. Printed at RIYAZ PRINTING PRESS
#22-8-161 Behind Nayaab Hotel Chatta Bazar,Hyderabad-500002 Telangana.Head Office Contact No.04045375318,www.falaknumanews.in